ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیاد
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رح
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۰ ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ
۴ فروری ۱۹۸۳ء

یکے از مطبوعاتِ انجمن خدام الدین لاہور

ھدیہ
دو روپے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ ـــــ حضرت لاہوری قدس سرہ

عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ رضؓ عَنْ اَنَسٍ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَۃَ کَھَاتَیْنِ قَالَ شُعْبَۃُ وَسَمِعْتُ قَتَادَۃَ رضؓ یَقُوْلُ فِیْ قَصَصِہٖ کَفَضْلِ اِحْدٰھُمَا عَلَی الْاُخْرٰی فَلَا اَدْرِیْ اَذَکَرَہٗ عَنْ اَنَسٍ رضؓ اَوْ قَالَہٗ قَتَادَۃُ رحؒ (متفق علیہ)

ترجمہ: شعبۃ قتادہ سے اور قتادہ انسؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ واصحابہ وسلم نے فرمایا ہے میں اور قیامت ان دونوں کی طرح یوں بھیجے گئے ہیں (آپؐ نے تشہد والی انگلی اور درمیانی انگلی کو ملا کر فرمایا) شعبہ کہتے ہیں میں نے قتادہ سے بیان کرتے سنا۔ جس طرح ایک دوسری سے بڑھی ہوئی ہے ـــــ میں نہیں کہہ سکتا انس سے یہ نقل کی ہے یا قتادہ نے کہی ہے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ قَبْلَ اَنْ یَّمُوْتَ بِشَھْرٍ تَسْاَلُوْنِیْ عَنِ السَّاعَۃِ وَاِنَّمَا عِلْمُھَا عِنْدَ اللّٰہِ وَاُقْسِمُ بِاللّٰہِ مَا عَلَی الْاَرْضِ مِنْ نَّفْسٍ مَّنْفُوْسَۃٍ یَّاْتِیْ عَلَیْھَا مِائَۃُ سَنَۃٍ وَّھِیَ حَیَّۃٌ یَّوْمَئِذٍ (رواہ مسلم)

ترجمہ: جابرؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ واصحابہ وسلم کو وفات سے ایک مہینہ پہلے فرماتے سنا ہے تم مجھ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہو حالانکہ اس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں زمین پر کوئی نفس موجود نہیں ہے جس پر سو۱۰۰ سال گذر جائیں اور وہ اس دن زندہ ہو۔

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاَعْرَابِ یَاْتُوْنَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَسْاَلُوْنَہٗ عَنِ السَّاعَۃِ فَکَانَ یَنْظُرُ اِلٰی اَصْغَرِھِمْ فَیَقُوْلُ اِنْ یَّعِشْ ھٰذَا لَا یُدْرِکْہُ الْھَرَمُ حَتّٰی تَقُوْمَ عَلَیْکُمْ سَاعَتُکُمْ (متفق علیہ)

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہا کئی دیہاتی آدمی رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ واصحابہ وسلم کے ہاں آتے تھے پھر آپؐ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے تھے۔ پھر آپ ان میں سب سے چھوٹی عمر والے کو دیکھتے تھے اور فرماتے تھے۔ اگر یہ زندہ رہا اسے ابھی بڑھاپا نہیں آئے گا کہ تمہاری قیامت تم پر قائم ہو جائے گی۔

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی لَا یُقَالَ فِی الْاَرْضِ اَللّٰہُ اَللّٰہُ وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ عَلٰۤی اَحَدٍ یَّقُوْلُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ (رواہ مسلم)

ترجمہ: انسؓ سے روایت ہے کہا کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت نہیں آئے گی مگر اس وقت کہ زمین میں اللہ اللہ کہنے والا کوئی نہیں ہوگا اور ایک روایت میں ہے کہ ایسے شخص پر قیامت نہیں آئے گی جو اللہ اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدام الدین لاہور

۲۰ ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ
۴ فروری ۱۹۸۳ء

جلد ۲۸
شمارہ ۳۱

فون نمبر ۶۶۹۸۴

مندرجات

رئیس الادارہ
حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ
مولانا محمد اجمل قادری
محمد سعید الرحمٰن علوی
محمد ظہیر میر ایم اے ایل ایل بی

اے شیخ! گفتگو کچھ تو شریفانہ چاہیئے

جے، یو، پی (ورلڈ اسلامک مشن) کے ایک لیڈر جناب مولانا عبدالستار صاحب نیازی کے اتحادی فارمولا کے متعلق ہم نے گذشتہ صحبت میں کچھ گذارشات کی تھیں اور درخواست کی تھی کہ اتحاد کی دعوت دینے والوں کو کھلے دل سے سامنے آ کر گفتگو کرنی چاہیئے لیکن صورت حال یہ ہے کہ یار لوگ خود تو منقار زیر پر ہیں۔ اور ان کے لگے بندھے ببھچیا رہے ہیں۔

گذشتہ کچھ دنوں سے امت مرزائیہ کچھ زیادہ ہی گڑبڑ کر رہی ہے اور اس کا سبب بالکل واضح ہے کہ دینی حمیت سے عاری انتظامیہ ذرہ برابر پرواہ نہیں کرتی احساس دینی سے محروم لوگوں کے نزدیک یہ مسئلہ کوئی مسئلہ ہی نہیں۔ ناموس محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ایک طویل عرصہ سے قربانی دینے والے حضرات علماء اہلسنت و جماعت کی ایک شاخ مجلس تحفظ ختم نبوت جس کے بانی و موسس حضرت امیر شریعت قدس سرہٗ تھے، نے جب اس صورت حال کا نوٹس لیا تو لاہور کی ایک درسگاہ کے مہتمم اور پاکستانی شوریٰ کے ممبر جناب نعیمی صاحب اخبارات کے ذریعہ اپنی زندگی کا ثبوت دینے کی غرض سے یہ دور کی کوڑی لائے کہ اس مسئلہ کو مسئلہ بنا کر کچھ لوگ میدان میں آنے کی سوچ رہے ہیں اور پھر انہوں نے مجلس کے خلاف جو زبان استعمال کی وہ ان کے "فقیہ مصلحت بین" ہونے کی غماز تھی اور صاف محسوس ہو رہا تھا کہ وہ کس کی زبان میں بات کر رہے ہیں ـــــ ظاہر ہے کہ وہ "ان" کی شوریٰ کے ممبر ہیں جنہوں نے قریب قریب ۶ برس سے اس ملک میں اسلام کا نام لیا لیکن آج اسلام سر پیٹ رہا ہے۔ لوگ مہنگائی کے بوجھ کا بری طرح شکار ہیں۔ رشوت زوروں پر ہے۔ اور زندگی درہم برہم ہو چکی ہے۔ حادثاتی طور پر مناصب پر فائز لوگوں کی پریشانی لابدی ہے اور ان

سے زیادہ وہ پریشان ہیں جو بخت و اتفاق سے "م، م، ش" بنے ہوئے ہیں ــــ لیکن ایسے لوگوں کو موج بلا ڈرنا چاہیئے اور محسوس کرنا چاہیئے کہ اس کا ریلا آئے گا تو کچھ بھی نہیں ہوگا ــــ ادھر ورلڈ اسلامک مشن کے شعبہ ختم نبوت کے سربراہ کوئی صاحب ہیں ان کے نام کا لاحقہ بھی نیازی ہے، ان کی صدارت میں ایک اجلاس ہوا۔ جس میں مرزائیوں کی سرگرمیوں کا نوٹس لینے کے بجائے مرزائی سربراہ اور مولانا چنیوٹی کا باہمی گٹھ جوڑ کر کے ملک میں افراتفری پھیلانے کا ذکر کیا گیا اور ساتھ ہی ارشاد ہوا کہ کانگریسی مولویوں کا یہ پرانا کام ہے ــــ گویا ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ والی بات ہوئی اور یار لوگ بھول گئے کہ "اعلیٰ حضرت" تو مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی سے رشتہ تلمذ کے چکر میں تھے اور حضرات اہل سنت اس قادیانی دہقان سے برسر جنگ ــــ اور پھر ایک طویل عرصہ کی جد و جہد کے بعد ۱۹۷۴ء میں آئینی طور پر مسئلہ حل ہوا تو اسمبلی کے باہر اس کی قیادت مولانا بنوری فرما رہے تھے تو اندر مفتی محمود مرحوم! اور اس کے بعد سے اب تک ملک میں اور بیرون ملک مرزائی سرگرمیوں کا نوٹس لینا، مختلف میدانوں سے انہیں بھگانا، عدالت میں ان کا تعاقب جیسے فرائض کا سہرا صرف اور صرف مجلس تحفظ ختم نبوت کے سر ہے جو اپنی زندگی کا مشن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کی حفاظت بنا چکی ہے۔

لیکن نعیمی و نیازی (صوفی ایاز) جیسے لوگ اس قسم کی بیان بازی کرکے نہ معلوم کس کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں اور ان کے بڑے میاں کس برتے پر علماء اہسنت کو دعوت اتحاد دے رہے ہیں؟

اس کے ساتھ ہی ہم ایک خط کا ذکر ضرور کریں گے جو براہِ راست ہمیں لاہور کی ایک درس گاہ نظامیہ رضویہ کے ناظم تعلیمات نے لکھا ــــ خط پر تاریخ نہیں ــــ اس کی ابتدا ــــ السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ــــ سے ہوتی ہے، گویا ناظم صاحب کے بڑے جس طرح ہمارے بڑوں کو اشارہ غیر پر کافر کہتے، اسی طرح وہ ہمارے متعلق ذہن رکھتے ہیں۔ قبریں دھو کر اس کا پانی بطور تبرک پینے والوں سے ہمیں سند اسلام لینے کی نہ کل ضرورت تھی نہ آج ہے لیکن ہم یہ ضرور سوال کریں گے کہ ایک طرف اتحاد کی باتیں ہیں دوسری طرف یہ رویّہ ــــ آخر ایسا کیوں؟ موصوف کو اصل غصّہ اس پر ہے کہ غلامانِ داتا گنج بخش کے اشتہار پر ہم نے خدام الدین کے صفحات پر محکمہ اوقاف اور بریلوی علماء سے درخواست کی تھی کہ وہ جلوسوں اور عرسوں (؟) کے نام پر ہونے والی بے ہودگی روکنے کے لئے میدان عمل میں آئیں اور سوچیں کہ جو ہو رہا ہے اس کا اسلام سے کیا تعلق؟

اس اشتہار کے بعد تین اشتہار اور آئے ہم نے ان کا بھی ان صفحات میں ذکر کرکے خیر مقدم کیا لیکن ہمارے دوست برا مان گئے اور فرمانے لگے کہ صاحب آپ ایسا تاثر دے رہے ہیں کہ یہ تمام اشتہارات ہم نے گویا آپ کی اپیل پر شائع کئے ہیں۔ حالانکہ ہم نے ایسا محض اپنے احساس سے کیا ہے ــــ میرے بھائی! اپنے احساس سے سہی ــــ اللہ کرے آپ کا احساس برقرار رہے اور آپ کو اس پر ثابت قدمی ہی نصیب نہ ہو بلکہ مزید ترقی حاصل ہو۔ تاکہ قوم ان خرافات و بدعات سے محفوظ ہو جائے ــــ آپ کا یہ گلا کہ ہم دوسروں کے کارنامے اپنے کھاتہ میں ڈال لیتے ہیں۔ آپ کی غلط فہمی ہے ہم تہی دامن نہیں کہ دوسروں کے کارنامے لے اڑیں، بحمداللہ ہماری اپنی تاریخ روشن ہے ــــ رہ گیا مسئلہ جنگ آزادی کا، قیام پاکستان کا اور تحریک ختم نبوت کا ــــ تو اس ضمن میں آپ تاریخ کا منہ نہ چڑائیں ــــ ہم تفصیل سے اس پر لکھیں گے۔

فی الوقت اتنا ہی کافی ہے کہ آپ کے "بزرگ" تو انگریزی دور کے ہندوستان کو "دارالسلام" کہتے تھے پھر جنگِ آزادی سے آپ کا کیا تعلق؟ بلکہ یہ جنگ لڑنے والے ہر چھوٹے بڑے کی آپ نے تکفیر کی ــــ ۱۹۴۶ء کے الیکشنی قضیہ کے بعد قریب قریب پاکستان کا مسئلہ کھل کر سامنے آ گیا۔ تو بنارس میں اکٹھے ہو کر آپ نے پاکستان کا نعرہ لگا دیا ــــ یہ انصاف نہیں ــــ آپ کو ثابت کرنا ہوگا کہ اس معاملہ میں آپ کے کارنامے کیا ہیں؟ پاکستانی لیڈروں کو کافر کہہ کہہ کر عین وقت پر شریک بزم بننا آخر کہاں کا انصاف ہے؟ رہ گیا مسئلہ ختم نبوت کا معاملہ، تو اے کاش اسمبلی کی اندرونی کارروائی سامنے آ جاتی تو آپ کو اپنے "قائد محترم" کے کردار کا پتہ چل جاتا ــــ ہم اس نازک موقعہ پر بات کو طول دینا پسند نہیں کرتے، اپنے بریلوی دوستوں سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ تکفیر و تفسیق کے ذوق سے دستبردار ہو کر سلامتی کی راہ اپنائیں کہ خود ان کا فائدہ اسی میں ہے ــــ رہ گئے ہم گنہگار تو آپ کی اتنے عرصے کی جد و جہد کے باوجود بحمداللہ زندہ ہیں اور اگر ہم اپنے اسلاف کی طرح دین اسلام کے لئے مخلصانہ طور پر سرگرم عمل رہے تو کل کی طرح ہمارا آج بھی کوئی بال بیکا نہ کر سکے گا ــــ اللہ تعالےٰ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے ہمیں مخلصانہ جد و جہد کی توفیق دے۔

سعید الرحمٰن علوی ۳۱ر جنوری ۸۳ء

منشی گلزار احمد
کا
سانحۂ ارتحال

انجمن خدام الدین لاہور کی ۳۰ سال کے قریب خدمت سرانجام دینے کے بعد محض ۴۶ سال کی عمر میں ۲۶، ۲۷ جنوری کی درمیانی شب منشی گلزار احمد صاحب لاہور کے ایک ہسپتال میں انتقال کر گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم کے والد منشی سلطان احمد صاحب کا ۱۹۷۷ء میں اس وقت انتقال ہوا جب پورا ملک بھٹو شاہی کے خلاف سرگرم عمل تھا اور لاہور جزوی مارشل لاء کا شکار تھا ــــ وہ بی۔اے تک تعلیم یافتہ تھے۔ انجمن کے انگریزی رسالہ "الاسلام" میں بطور ٹائپسٹ آئے اور تیس سال تک حضرت امیر انجمن کی ڈاک کا جواب دینے جیسی اہم ذمہ داری پر مامور رہے ــــ بانی انجمن خدام الدین قدس سرہٗ کے درس عام و خاص میں شامل ہوتے اور حضرت سے جی بھر کر استفادہ کرتے ــــ منشی گلزار احمد ان کے لڑکے تھے اور ۱۶ سال کی عمر میں انجمن سے وابستہ ہو گئے اور اب ایک عرصہ سے دفتری ذمہ داریاں ان کے سپرد تھیں ــــ مرحوم کی ایک ہمشیرہ تھیں جو انتقال کر گئیں۔ ان کے پسماندگان میں غمزدہ اہلیہ کے علاوہ دو بچے اور دو بچیاں ہیں بڑا لڑکا دوبئی میں ہے چھوٹا حافظ قرآن ہے اور لاہور میں ہی زیر تعلیم ہے ــــ بچیاں انجمن کے مدرسۃ البنات میں زیر تعلیم ہیں۔ ــــ مرحوم کھاریاں شہر کے ایک قریبی گاؤں کے رہنے والے تھے ــــ جمعرات کی صبح حضرت مولانا عبیداللہ انور نے نماز جنازہ پڑھائی اور ان کی میت تدفین کے لئے ان کے گاؤں لے جائی گئی۔

اللہ تعالےٰ ان کے ساتھ اپنے خصوصی کرم کا معاملہ فرمائے اور انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے کر ان کے معصوم بچوں کے حامی و حافظ ہوں۔

اللھم اغفر لہ

ادارہ ان کے پسماندگان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

★

مجلسِ ذکر

ذکر میں بھی "اعتدال" ضروری اور لازمی ہے

اعوذ باللہ من الشّیطٰن الرّجیم : بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم :-

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِىْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيفَـةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَاتَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ۔

ترجمہ: "اور یاد کیا کر اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ اور زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ صبح و شام اور مت ہو غافلوں میں سے !"

ذکر اللہ مقصد حیات ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ٥

"ذکر" ایک تو ضابطہ کا ہے جیسے پنجگانہ نماز وغیرہ باقی سلاسل اربعہ میں ذکر وغیرہ کی مختلف صورتیں ہیں ہمارے سلسلہ قادریہ کے علاوہ باقی تینوں سلاسل میں نہ حلقہ ہے نہ جھر! یہ چیز صرف ہمارے سلسلہ میں ہے لیکن یہ سمجھنا مناسب نہیں کہ یہ کوئی بدعت ہے۔

خود اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر چھوڑ دینا تو غفلت ہے وَلَاتَكُنْ مِّنَ الْغَافِلِيْنَ۔

ہاں کرنے کی صورتیں کئی ہیں ان میں سے خیفۃ و دون الجھر بھی ہے جس کے متعلق حافظ ابن کثیرؒ ارشاد فرماتے ہیں :-

"حق تعالےٰ حکم دیتا ہے کہ صبح و شام اسے بکثرت یاد کیا کرو۔ نیز فرمایا کہ رغبت، محبت اور خوفِ خدا کے ساتھ اس کی یاد اپنے دل میں اپنی زبان سے کرتے رہئے۔ چیخنے چلّانے کی ضرورت نہیں کیونکہ مستحب یہی ہے کہ شور و غوغا اور ہنگامہ کے ساتھ چلّا چلّا کر ذکرِ خدا نہ کیا جائے۔"

گویا غوغا آرائی سے تو ممانعت ہے کہ یہ چیز ادب کے منافی ہے اور یہاں تو یہ عالم ہے کہ حضور علیہ السلام کے سامنے بلند آواز سے بات کی اجازت نہیں تھی کہ آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی اس کی اجازت نہیں کہ مقام ادب ہے۔

جب حضور علیہ السلام کا یہ عالم ہے تو خداوند قدوس جو احکم الحاکمین ہے اس کے سامنے غوغا آرائی کی کیسے اجازت دی جا سکتی ہے۔ اور ہمارا مشاہدہ ہے کہ دنیا کے بڑے لوگوں کے سامنے انتہائی ادب و احترام سے گفتگو کی جاتی ہے تو میاں! خدا تو خدا ہے۔ اب ہمارے یہاں یہ عالم ہے کہ خدائی حدود کو چھوڑ کر ذکر کیا جاتا ہے بھلا بتائیں اس کی کب اجازت ہو سکتی ہے؟

ہمارے بریلوی حضرات اپنی مساجد میں نماز کے بعد بلند آواز سے جو ذکر وغیرہ کرتے ہیں اور جس میں عام طور پر امداد کن وغیرہ کے جاہلانہ اور غلط جملے بھی استعمال ہوتے ہیں کی کیونکر اجازت ممکن ہو سکتی ہے کہ اس میں دوسرے نمازیوں وغیرہ کو تکلیف ہوتی ہے۔ جیسا کہ اکثر لوگوں کا مشاہدہ ہے کہ ایسی صورت میں الحمد شریف جیسی چیز بھی بار بار بھول جاتی ہے ہمارے دَور کے محقق عالم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب کی محققانہ کتاب "حکم الذکر بالجہر" ابھی ابھی چھپ کر آئی ہے۔ اس پر خدام الدین میں تبصرہ بھی آ چکا ہے۔ موصوف نے کمال دیانت و تحقیق سے ذکر اور اس کی مختلف صورتوں پر بصیرت افروز روشنی ڈالی ہے اور ہمارے حلقہ کے ذکر کے متعلق جواز کا ارشاد فرمایا ہے کیونکہ ہمارا سلسلہ غوغا آرائی سے پاک ہے۔ نماز کے وقت کے علاوہ یہ سلسلہ ہوتا ہے اور اس میں بھی سوز و گداز اور طمانیت، اعتدال وغیرہ ہے ہنگامہ آرائی نہیں اور میں یہ کہنا چاہوں گا کہ بعض دوست اگرچہ خلوص سے انتہائی زور زور سے ذکر کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ یہ سلسلہ مسابقت الی الخیر کا ہے لیکن یاد رکھیے

خُطبۂ جُمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

حضور نبی مکرم علیہ السلام کا پہلا خطبہ جمعہ

تعلیماتِ نبویؐ کا شاہکار

جانشینِ شیخ التفسیرؒ حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم العالیہ

بعد از خطبہ مسنونہ :—

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :—

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّـاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗ اَجْرًا۔ (الطلاق آیت ۵)

حضرت لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ ترجمہ فرماتے ہیں :-

"اور جو اللہ تعالےٰ سے ڈرتا ہے وہ اس سے اس کی برائیاں دور کر دیتا ہے اور اسے بڑا اجر بھی دیتا ہے۔"

محترم حضرات و معزز خواتین !

آج کی صحبت میں حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ و اصحابہ وسلم کے اس خطبہ مبارکہ کا ترجمہ اور مفہوم پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں جو آپ نے پہلی نماز جمعہ کے موقع پر ارشاد فرمایا۔

آپ جانتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے "جوامع الکلم" عطا فرمائے تھے جن کا مفہوم یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے جملوں میں ایسی بات کہہ دینا جو جہاں فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہو وہاں معانی و مفہوم کے نقطہ نظر سے ایک بحرِ بے کراں ہو —— حضور علیہ السلام نے اپنی مبارک زندگی میں اَن گنت خطبات ارشاد فرمائے۔ بالخصوص ہر جمعہ کو آپ پرمغز اور جامع خطبہ ارشاد فرماتے جس میں موقعہ و محل کی مناسبت سے امّت کی ہدایت و فلاح کا اہتمام ہوتا ہجرت رسول کے بعد جو احکام مدینہ طیبہ میں ابتداء ہی میں نازل ہوئے ان میں جمعہ کی فرضیت بھی ہے ——

قبا نامی بستی جس کے رہائش پذیر لوگوں کی تعریف قرآن عزیز نے بطور خاص سورۂ توبہ میں ارشاد فرمائی ہے وہاں آپ نے اغلباً ۱۷ روز قیام فرمایا اور جب وہاں سے مدینہ منورہ کی طرف یہ مقدس قافلہ روانہ ہوا تو مدینہ کے محلہ بنی سالم میں جمعہ کی نماز کا وقت ہو گیا وہاں آپ نے نماز جمعہ پڑھائی —— تحقیق یہی ہے کہ یہ پہلا جمعہ تھا —— آج کی صحبت میں اس خطبہ مبارکہ کا ترجمہ پیش خدمت ہے —— اپنے نبی مکرم کے پاکیزہ اور نورانی خطبہ کو سنیں اور پلے باندھ کر عمل کی سعی کریں —— اللہ تعالےٰ توفیق عمل دے —— آپؐ نے ارشاد فرمایا :-

"اللہ کی حمد کرتا ہوں اور اسی سے اعانت اور مغفرت اور ہدایت کا طلبگار ہوں اور اللہ تعالےٰ پر ایمان رکھتا ہوں، اس کا کفر نہیں کرتا (یعنی اس کی

ذات و صفات کا انکار، ان کے ساتھ شرک اور اور ان کی تعلیمات عالیہ جو بصورت وحی نازل ہو رہی ہیں ان کا انکار نہیں کرتا) بلکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والوں سے عداوت اور دشمنی رکھتا ہوں (اس جملہ پر وہ لوگ غور کریں جنہیں صلح کلی کا مرض لاحق ہوتا ہے اور وہ یہ نہیں سوچتے کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی ہی ایمان کا تقاضا ہے) اور شہادت دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور محمّد (یعنی میں) اس کا بندہ اور رسول ہے (رسالت سے پہلے بندگی کا اعتراف و اقرار ہی نبوّت کی اصل تعلیم ہے) محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اللہ تعالےٰ نے ہدایت اور نور حکمت اور موعظت دے کر ایسے وقت میں بھیجا کہ جب انبیاء و رسل علیہم السلام کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا اور زمین پر علم برائے نام رہ گیا تھا اور لوگ گمراہی و ضلالت میں مبتلا ہو چکے تھے اور قیامت قریب آ چکی تھی جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اس نے تو ہدایت پائی اور جس نے نافرمانی کا وطیرہ اختیار کیا وہ بلاشبہ بے راہ ہوا اور اس نے کوتاہی کی اور شدید گمراہی میں مبتلا ہوا۔

لوگو! میں تمہیں اللہ تعالےٰ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں، اس لئے کہ ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان کو بہترین وصیت یہی ہے کہ اس کو آخرت پر آمادہ کرے اور تقویٰ اور پرہیزگاری کا اس کو حکم دے ـــــ پس اے لوگو! اس چیز سے بچو جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے تم کو ڈرایا ہے ـــ تقویٰ سے بڑھ کر کوئی نصیحت اور موعظت نہیں اور بلاشبہ اللہ تعالےٰ کا تقویٰ اور خوف خداوندی آخرت کے معاملہ میں سچا معین اور مددگار ہے۔ جو شخص ظاہر و باطن میں اپنا معاملہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ درست کرلے، جس سے مقصود محض اللہ تعالےٰ کی رضا ہو۔ اور کوئی دنیوی غرض اور مصلحت پیش نظر نہ ہو تو یہ ظاہر و باطن کی مخلصانہ اصلاح دنیا میں اس کے لئے باعث عزت و شہرت ہے اور مرنے کے بعد ذخیرہ آخرت ہے کہ جس وقت انسان اعمال صالحہ کا غایت درجہ محتاج ہوگا اور خلاف تقویٰ امور کے متعلق اس دن یہ تمنا کرے گا کہ کاش! میرے اور اس کے درمیان لمبی مسافت حائل ہوتی ـــــ

لوگو! اللہ تعالےٰ تمہیں اپنی عظمت اور جلال سے ڈراتے ہیں اور یہ ڈرانا اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر غایت درجہ شفیق اور مہربان ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے قول میں سچا ہے اور وعدے کا وفا کرنے والا ہے۔ اس کے قول اور وعدے میں خلف نہیں ـــــ (ارشاد ربانی ہے ـــــ ما یبدل القول لدی وما انا بظلام للعبید۔ یعنی ہم اپنے قول کو نہیں بدلتے اور ہم اپنے بندوں پر ظلم کرنے والے نہیں) پس دنیا اور آخرت میں، ظاہر میں اور باطن میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو ـــ تحقیق جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کا کفارہ فرماتے ہیں اور اجر عظیم عطا فرماتے ہیں (یہی آیت ہے جس کا ترجمہ ابتدا میں عرض ہوا) اور جو شخص اللہ تعالےٰ سے ڈرے وہ بلاشبہ بڑا کامیاب ہے اور تحقیق اللہ تعالےٰ کا تقویٰ ایسی شے ہے کہ اللہ تعالےٰ کے غضب اور اس کی عقوبت اور سزا اور ناراضی سے بچاتا ہے۔ اور تقویٰ ہی قیامت کے دن چہروں کو روشن اور منوّر بنائے گا اور رضائے خداوندی اور رفع درجات کا ذریعہ اور وسیلہ ہوگا۔ اور تقویٰ میں جس قدر حصہ لے سکتے ہو لے لو، اس میں کمی نہ کرو اور اللہ تعالےٰ کی اطاعت میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرو۔ اللہ تعالےٰ نے تمہاری تعلیم کے لئے کتاب (قرآن مجید) اتاری اور ہدایت کا راستہ تمہارے لئے واضح کیا، تاکہ صادق اور کاذب (سچے اور جھوٹے) میں امتیاز ہو جائے۔ پس جس طرح اللہ تعالےٰ نے تمہارے ساتھ احسان کیا، اسی طرح تم حسن اور خوبی کے ساتھ اس کی اطاعت بجا لاؤ اور اس کے دشمنوں سے دشمنی رکھو، اس کی راہ میں کما حقہ جہاد کرو (جہاد کا مفہوم اللہ تعالےٰ کے دین کی سربلندی کے لئے ہر قسم کی کوشش کا نام ہے) اللہ تعالےٰ نے تم کو اپنے لئے مخصوص اور منتخب کیا ہے اور تمہارا نام اور لقب بھی مسلمان رکھا ہے (جیسا کہ سورۃ حج کے آخر میں ہے) یعنی اپنا مطیع اور فرمانبردار رکھا، بس اس نام کی لاج رکھو، (آج کے مسلمان اس جملے پر غور کریں) منشاء خداوندی یہ ہے کہ جس کو ہلاک اور برباد ہونا ہے وہ قیام حجت کے بعد برباد و ہلاک ہو (یعنی وہ یہ نہ کہہ سکے کہ میرے پاس کوئی ہادی نہیں آیا تھا) اور جو زندہ رہے وہ بھی قیام حجت کے بعد بصیرت کے ساتھ زندہ رہے، کوئی بچاؤ اور کوئی طاقت اور کوئی قوت بغیر اللہ تعالےٰ کی مدد کے ممکن نہیں۔ پس کثرت سے اللہ تعالےٰ کا ذکر کرو۔ اور آخرت کے لئے عمل کرو۔ جو شخص اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ سے درست کرے گا، اللہ تعالےٰ لوگوں سے اس کی کفایت کرے گا (یعنی اس کی ہر طرح حفاظت کرے گا) کوئی شخص اس کو ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کا حکم تو لوگوں پر چلتا ہے اور لوگ اللہ تعالیٰ پر حکم نہیں چلا سکتے ـــــ اللہ تعالےٰ ہی تمام لوگوں کا مالک ہے اور لوگ اللہ کی کسی چیز کے (حقیقی معنوں میں) مالک نہیں لہٰذا تم اپنا معاملہ اللہ تعالےٰ سے درست کر لو۔ لوگوں کی فکر میں مت پڑو اور اللہ سب کی کفایت کرے گا ـــــ

اس کے بعد آپ نے "اللہ اکبر ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" پڑھا۔

یہ خطبہ احادیث و سیرت کی کتابوں میں محفوظ ہے اور اس پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں۔ ہاں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے ایک نکتہ ضرور سن لیں کہ ۱۳ سال کی مظلومانہ زندگی کے بعد امن و سکون کی حالت میں یہ پہلا خطبہ آپؐ نے دیا تو اس میں اللہ تعالےٰ کے خوف، تقویٰ اور آخرت کی تیاری کا ہی سبق پڑھا، اپنے دشمنوں کی شکایت میں ایک بھی لفظ نہیں فرمایا ـــ یہی وجہ ہے کہ آپ خلق عظیم کے مالک ہیں ـــــ اللہ تعالےٰ ہم سب کو آپ کی مقدس تعلیمات پر عمل کی توفیق دے ـــــ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

"دیوبند ٹائمز" کے مدیر محترم کا خط ——— امیر انجمن کے نام

۷۸۶

اعجاز احمد قاسمی دیوبند
19.1.83

گرامی قدر - معظم و محترم - مخلص مکرم زید مجدکم
سلام مسنون

عرض ہے کہ آپ کے مرسلہ بیش رسالے "خدام الدین" ملے - یاد فرمائی کا شکریہ - عزیزم مولوی احمل صاحب نے اپنے رجسٹر میں نام لکھوا لیا ہے انکی خدمت میں بہت بہت شکریہ پیش ہے -

یہاں کے حالات ٹھیک ہیں - ماشاء اللہ دارالعلوم میں تعلیم حسب دستور چل رہی ہے اور تمام کام ٹھیک چل رہے ہیں - مقدمہ بازی تو چل ہی رہی ہے - دیوانی کے مقدمات کے فیصلہ ہونے میں کافی وقت لگ جاتا ہے - خدا کرے اس سے پہلے ہی کوئی راہ ایسی نکل آئے جو ادارہ کیلئے مفید ہو - اور حاسدین مطمئن ہو جائیں -

آج سہارنپور آیا تھا - یہاں اپنا ایک قریبی عزیز دلشاد احمد جو کراچی سے آئے ہوئے تھے واپس جا رہے ہیں - انکے ہاتھ ہی یہ عریضہ ارسال کر رہا ہوں - یہ مستقل طور سے کراچی رہتے ہیں اور کاروباری آدمی ہیں اپنے سلسلہ میں لاہور بھی آتے ہیں - بڑی عنایت ہوگی اگر کسی وقت انکو کوئی دقت یا پریشانی لاحق ہو تو اپنے وسائل و ذرائع سے اسکی معاونت فرمائینگے -

آپ اپنے مخصوص اوقات میں مجھے دعاؤں میں یاد رکھیئے گا - خاص طور حلقہ کے بعد جو دعا ہوتی ہے جسمیں ہزاروں مشائخ و بزرگان دین جمع ہوتے ہیں - اسمیں اگر دعا میں یاد آجاؤں تو میرے لئے بڑی سعادت کی بات ہوگی -

عزیزم مولوی احمل صاحب کی خدمت میں شکریہ کے بعد سلام عرض ہے قبلہ مولانا محمد عثمانی صاحب سلام فرماتے ہیں اور دعا کی درخواست کرتے ہیں وہ مہتمم دارالعلوم کے کاموں میں منہمک ہیں - موصوف کئی بار ارادہ کر چکے ہیں کہ پاکستان پھر حاضر ہوں اور آپ سے اور حضرت مولانا عزیر گل صاحب مدظلہ سے نیاز حاصل کریں - اب مارچ - اپریل میں حاضری کا ارادہ کر رہے ہیں - دیکھیے پورا ہوتا ہے یا نہیں -

امید ہے کہ مزاج بخیر ہونگے اور دعوات صالحات میں یاد فرماتے رہینگے - والسلام

اعجاز احمد قاسمی
دیوبند

ظفر احمد قادری، واہگہ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حُلیہ مبارک

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ ھُوَ طَبِیْبُ قُلُوْبِنَا وَشَفِیْعُ لِذُنُوْبِنَا۔

حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال مبارک کو کماحقہٗ تعبیر کر دینا ناممکن ہے۔ نور مجسم کی تصویر کشی قابو سے باہر ہے لیکن اپنی ہمت و وسعت کے مطابق حضرات صحابہ کرامؓ نے اس کو ضبط فرمایا ہے۔ جس کا کچھ بیان یہ ہے:۔

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا جمال ظاہر نہیں کیا گیا ورنہ آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی طاقت نہ رکھتے۔

؎ حسن یوسف دمِ عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

؎ چراغ عقل ہے گل اس نور کے آگے
زبان کا منہ نہیں جو مدح میں کرے گفتار
کہاں وہ رتبہ کہاں عقل نارسا اپنی
کہاں وہ نور خدا اور کہاں یہ دیدۂ زار
رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت
نجانا کون ہے کچھ بھی کسی نے جز ستار

تو حضرات صحابہ کرامؓ کا امت پر بہت ہی بڑا احسان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات معنوی علوم و معارف کے ساتھ ساتھ کمالات ظاہری حسن و جمال کی بھی امت تک تبلیغ فرما دی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہ بہت پستہ قد تھے۔ نہ بہت لمبے بلکہ آپؐ کا قد مبارک درمیانہ تھا۔

رنگ مبارک

آپؐ رنگ کے اعتبار سے نہ بالکل چونے کی طرح سفید تھے نہ بالکل گندم گوں کہ سانولا پن آ جائے۔ بلکہ چودھویں رات کے چاند سے زیادہ روشن پُر نور ملاحت لئے ہوئے تھے۔

بال مبارک

بال مبارک نہ بالکل سیدھے تھے بلکہ ہلکی سی پیچیدگی لئے ہوئے گھنگریالے تھے دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گنجان بالوں والے تھے آپؐ کے سر مبارک کے بال کبھی کان کی لو تک ہوتے، کبھی کبھی کندھوں تک بھی آ رہے ہوتے۔ ایک مرتبہ آپؐ نے سرخ جوڑا زیب تن فرمایا ہوا تھا۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں میں نے ایسا حسین کوئی نہیں دیکھا جیسا کہ آپ اس وقت نظر آ رہے تھے۔

ہتھیلیاں اور پاؤں مبارک

آپؐ کی ہتھیلیاں اور پاؤں مبارک پُر گوشت تھے۔ کیونکہ یہ صفات مردوں کے لئے محمود ہیں اور عورتوں کے لئے مذموم ہیں۔

سر مبارک

سر مبارک بھی بڑا تھا اور جوڑ کی ہڈیاں بھی بڑی تھیں۔ سینہ سے لے کر ناف تک بالوں کی ایک باریک دھاری تھی۔

حسین چہرہ مبارک

حضرت جابرؓ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ چاندنی رات تھی۔ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا تھا آپؐ نے اس وقت سرخ جوڑا زیب تن فرما رکھا تھا۔ میں کبھی چاند کو دیکھتا کبھی آپ کے چہرہ اقدس کو بالآخر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ آپؐ چاند سے کہیں زیادہ حسین و جمیل اور منور ہیں۔ (ترمذی) کیوں نہ ہوتا سورج اور چاند کو بھی تو روشنی آپ کے چہرہ انور سے ملی ہے۔

؎ یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجہک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

؎ وَاَحۡسَنُ مِنۡكَ لَمۡ تَرَ قَطُّ عَيۡنِيۡ
وَاَجۡمَلُ مِنۡكَ لَمۡ تَلِدِ النِّسَآءُ
خُلِقۡتَ مُبَرَّاً مِّنۡ كُلِّ عَيۡبٍ
كَاَنَّكَ قَدۡ خُلِقۡتَ كَمَا تَشَآءُ

دانت مبارک

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے دانت مبارک کچھ کشادہ تھے یعنی ان میں کسی قدر ریخیں تھیں۔ گنجان نہ تھے۔ جب آپ تکلم فرماتے تو ایک نور سا ظاہر ہوتا تھا۔ جو دانتوں کے درمیان میں سے نکلتا تھا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے بڑی تفصیل سے شمائل ترمذی میں حلیہ مبارک کے بارے میں احادیث لکھ کر تحریر فرماتے ہیں کہ:

؎ حیا سے سر جھکا لینا ادا سے مسکرا دینا
حسینوں کو بھی کتنا سہل ہے بجلی گرا دینا

حضرت شیخ سعدیؒ نے کیا خوب تعریف فرمائی ہے :۔

؎ یتیمے کہ ناکردہ قرآن درست
کتب خانۂ ہفت ملت بشست

فرماتے ہیں کہ ایک ایسے در یتیم بچے نے جو صحیح طریقہ پر لکھنا پڑھنا بھی نہیں جانتا تھا۔ ہفت اقلیم کے سارے کتب خانوں پر پانی پھیر دیا۔ اور خط نسخ کھینچ دیا۔

ایک عاشق رسول کرامت علی مشہدیؒ نے کیا تمنا فرمائی ہے پھر یہ تمنا اللہ تعالیٰ نے پوری فرما دی۔ اور مدینہ عالیہ میں جگہ نصیب ہوئی فرماتے ہیں :

؎ مدینہ کی زمین کے گر نہ لائق ہو مرا لاشہ
کسی صحرا میں واں کے طعمہ ہوں میں دام اور دد کا
تمنا ہے درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھے
قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

یوسف ظفر مرحوم لکھتے ہیں :

؎ میں خاکِ کفِ پائے سگِ کوئے مدینہ
تو رحمتِ یکتا ہے سلطانِ دو عالم

ایک اور عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم لکھتا ہے:

؎ وہ دِن خدا کرے کہ مدینہ کو جائیں ہم
خاکِ درِ رسولؐ کا سُرمہ لگائیں ہم

سیدنا حضرت قاسم الخیرات نانوتویؒ نے لکھا ہے :

؎ جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مور و مار
اُڑا کے باد مری مشتِ خاک کو پس مرگ
کرے حضورؐ کے روضہ کے آس پاس نثار

حضرت امیر مینائیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے :

خلق کے سرور شافع محشر　صلی اللہ علیہ وسلم
مُرسلِ داور خاص پیمبر　صلی اللہ علیہ وسلم
نُورِ مجسّم نیّرِ اعظم، سرورِ عالم　صلی اللہ علیہ وسلم
نوحؑ کے ہمدم خضر کے رہبر　صلی اللہ علیہ وسلم
دولتِ دنیا خاک برابر، ہاتھ کے خالی دل کے تونگر
مالکِ کشور تخت نہ افسر　صلی اللہ علیہ وسلم
چشمہ جاری گرد سواری باد بہاری
آئینہ داری فخرِ سکندر　صلی اللہ علیہ وسلم
مہر سے مملو رینہ ریشہ نعمت امیر اپنا ہے پیشہ
ورد ہمیشہ دن بھر شب بھر　صلی اللہ علیہ وسلم

بقیہ : طبی مشورے

جگہ اور رات کو درد ریڑھ کی ہڈی میں ہوتا ہے کئی ڈاکٹر بدلے، آرام نہیں آیا۔ محمد یسین، جونیئر کلرک ڈی، سی، آفس بہاولنگر

ج ، چوٹ کے مقام پر گل ارمنی ، مرغی کے انڈے کی سفیدی میں ملا کر دن کے وقت لیپ کریں اور رات سوتے وقت روغن زیتون کی مالش کیا کریں۔ انشاءاللہ صحت ہو گی۔

بقیہ : جمعیۃ علماء ہند

فارمولے وغیرہ سامنے آ جائیں گے۔ بہر طور ۲۶ سال کی جماعتی تاریخ کا یہ قریب قریب مکمل ریکارڈ محترمہ روزینہ پروین نے بڑی محنت سے مرتب کیا ہے جس پر ان کی داد نہ دینا ناانصافی ہے —— ہم اس محنت پر انہیں مبارک پیش کرتے ہیں اور ان کی علمی و تحقیقی ترقی کے دل سے خواہاں ہیں —— ہمیں یقین ہے کہ سیاسی ورکر اس کا وقتِ نظر سے مطالعہ کریں گے اور اس دستاویز کی قدر کریں گے۔ قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت کے ارباب حل و عقد بھی مستحقِ شکریہ ہیں۔

قیمت ۔/۱۲۵ روپے
پتہ پوسٹ بکس ۱۲۳۰ء اسلام آباد

حکیم آزاد شیرازی جمعرات کے سوا ہر روز ۱۲ بجے دوپہر سے ۴ بجے سہ پہر تک نواں محلہ اندرون شیرانوالہ گیٹ میں مل سکتے ہیں۔

ایک بدعت کے خلاف عدالت دیوانی بریلی کا فیصلہ

رضاخانی تثویب ناجائز اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات اور ارشادات کے قطعی خلاف ہے

اللہ بخشے ہمارے بریلی کے بڑے مولوی صاحب اور مجدد صاحب جن کی مجددانہ ایجادوں اور کفری فتووں کی بدولت بریلی کو مرکز بدعات، اور کفر گڑھ کہا جانے لگا، آپ کو دو چیزوں سے خاص طور پر شغف تھا، ایک، تکفیر مسلمین اور دوسرے احداث فی الدین، پہلے شوق کا تو یہ اثر ہوا کہ آپ نے اپنے ہم مشرب و ہم مسلک چند نفر کے علاوہ سب ہی مسلمانوں کو کفر کے گھاٹ اتار دیا اور دُنیا میں اشتہاری ڈھنڈورا پیٹ دیا کہ "دیوبندی علماء کافر، جو ان کے کفر میں شک لائے وہ بھی کافر، پھر جو اس کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر" ندوۃ العلماء والے کافر، جو اُن کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر، پھر جو اس تو کافر کو کافر نہ سمجھے وہ بھی ایسا ہی کافر"

اور تو اور مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی بھی کافر، مولوی عبدالماجد صاحب بدایونی، مولانا عبدالقدیر صاحب بدایونی بھی کافر، اور جو ان کے عقائدِ کفریہ (عند البریلویہ) پر مطلع ہو کر اُن کو کافر نہ مانے وہ بھی کافر، حاصل یہ ہوا کہ جو شخص دو کر ایمانیات کے ساتھ ان علماء اسلام کے کفر پر بھی یقین رکھے وہ تو مسلمان ہے، باقی سب کافر۔ اب قارئین کرام خود ہی حساب لگا لیں کہ ہندوستان میں کتنے ایسے خرد باختہ ہیں جو ان تمام بزرگان دین کو کافر اور خارج از اسلام سمجھتے ہوں۔ پس وہی تو ہمارے بڑے مولوی صاحب اور اُن کی ذریت کے نزدیک مسلمان اور جنتی ہیں اور باقی سب کافر اور جہنمی (اللہ تیری پناہ)

ہمارے بڑے مولوی صاحب کا یہ پہلا اور بڑا شاہکار تھا۔ اور آپ کا دوسرا کارنامہ جو آپ کے دوسرے شوق کا نتیجہ ہے۔ یہ ہے کہ آپ نے بہت سی ایسی باتیں دین میں نکالیں جن کا زمانہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین میں کہیں نام و نشان بھی نہ تھا اور اپنی مجددانہ حیثیت سے ان کو اتنی اہمیت دی کہ شعار اسلام بنا ڈالا اور مسلمانوں کو قیامت تک لڑنے جھگڑنے اور جوتا پیزار کرنے کے لئے بہت کافی سامان فراہم کر دیا۔

آپ کی ان ہی نو ایجاد چیزوں میں سے ایک وہ تثویب (رضاخانی صلوٰۃ) بھی ہے جو بریلی کی بعض اُن مساجد میں رائج ہے جو رضاخانیوں کے زیر اثر و اقتدار ہیں۔ اس تثویب میں بظاہر تو بصیغہ خطاب با آواز بلند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجا جاتا ہے لیکن مقصد اللہ بخش و مولا بخش وغیرہ محلہ کے نمازیوں کو پکارنا ہوتا ہے، گویا یوں سمجھئے کہ مولانا حامد رضا خاں صاحب کی مسجد میں موذن اذان اور جماعت کے درمیان جب تثویب (صلوٰۃ) پکارتا ہے تو اُس کی زبان پر تو یہ الفاظ ہوتے ہیں۔

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيۡكَ يَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ ۔

اے اللہ کے رسول آپ پر درود و سلام ہو۔

اور اس پکارنے والے کا مقصد اس صلوٰۃ سے یہ ہوتا ہے کہ :

حضرت حجۃ الاسلام (مولانا حامد رضا خانصاحب) تشریف لے آئے! اور صاحبزادہ صاحب آپ بھی تشریف لے آئے! اور دوسرے نمازیو اتم بھی آ جاؤ۔

اب ناظرین خود ہی فیصلہ کر لیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک اس لغویت سے کس قدر خوش ہوتی ہوگی کہ زبانی پکار تو جاتا ہے حضورؐ کو اور فی الحقیقت بلانا مقصود ہوتا ہے مولانا حامد رضا خانصاحب اور اُنکے صاحبزادہ صاحب کو اور دوسرے اہل محلہ[1]

[1] کوئی صاحب اذان پر شبہ نہ کریں کیونکہ اس میں "حیّ علی الصلوٰۃ" "حیّ علی الفلاح" کے الفاظ موجود ہیں جو دعوت الی الصلوٰۃ کے لئے صریح ہیں اور اس کے ماقبل میں تکبیر و شہادتین، تمہید و تیمّن و تبرک کے لئے ہیں۔ اور آخر میں تکبیر و تہلیل تتمہ اور خاتمہ بالخیر کے لئے، علاوہ ازیں وہ منصوص ہے اور اس کی تعلیم وحی الٰہی نے دی ہے ۱۲

کو (استغفر اللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ)

بہرحال اس وقت اس فعل کی شرعی اور عقلی حیثیت سے ہم کو بحث کرنا نہیں بلکہ ہمیں صرف یہ تبلانا تھا کہ ہماری بریلی کے بڑے مولوی صاحب نے جہاں (اذان علی القبر وغیرہ) اور بہت سی نئی باتیں دین میں ایجاد کیں اُن ہی میں سے ایک یہ صلوٰۃ بھی ہے۔ جو بعض اُن مساجد میں کچھ عرصہ سے رائج ہو گئی ہے جو اُن کے زیر اثر و اقتدار ہیں۔ لیکن کچھ دنوں سے مولوی صاحب موصوف کی ذرّیت نے یہ پروگرام بنایا کہ دوسری مساجد میں بھی اس کو رائج کیا جائے۔ اسی سلسلہ میں اپنے بعض سادہ لوح دام افتادوں کے ذریعہ محلہ فراشی ٹولہ کی ایک مسجد میں بھی اس کو شروع کرا دیا۔ اس مسجد کے عام نمازی بحمد اللہ صحیح الخیال مسلمان اور سلف کے پکے مقلد ہیں۔ نیز اُس کے متولی ایک نیک نفس اور راسخ العقیدہ تعلیم یافتہ مسلمان حافظ عبد الجلیل صاحب ہیں۔ ان حضرات نے ان سادہ لوحوں کو بہت سمجھایا کہ بھائی ہمارا ساڑھے تیرہ سو برس پرانا اسلام ہی ہماری نجات کے لئے کافی ہے اور ہم کو اس قسم کی نئی باتوں کی ضرورت نہیں۔ مسجد میں ہمارے اجتماع کے لئے وہ اذان کافی ہے جس کی تعلیم خدا کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دی۔ اب کسی نئے اعلان و اعلام کے ایجاد کرنے کا ہم کو اور تم کو اختیار نہیں۔ اور ہم مساجد میں بس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کی سنتوں کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ زید و عمرو کی ایجادات کو نہیں، لہٰذا تم اس مسجد میں تثویب نہ پکارو۔ لیکن وہ لوگ جو چھانٹ کر اسی کام کے لئے مقرر کئے گئے تھے باز نہ آئے اور لڑنے بھڑنے کو آمادہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ ان لوگوں نے خود ہی معاملہ عدالتِ فوجداری میں پہنچایا اور مسجد کے متولی حافظ عبد الجلیل صاحب وغیرہ چند معززین اہل سنت کے خلاف استغاثہ دائر کر دیا۔ ان حضرات نے اپنی صفائی میں مولوی حامد رضا خانصاحب اور مولوی مصطفیٰ رضا خانصاحب کو بطور گواہ طلب کیا۔ مولوی صاحبان موصوف (جو سب کچھ کر سکتے ہیں، مسلمانوں پر کفر کے فتوے دے سکتے ہیں۔ اُن کو ہنشکار کر بکروں اور مینڈھوں کی طرح لڑا بھی سکتے ہیں۔ مگر عدالت میں کلمۂ حق نہیں کہہ سکتے) کئی ماہ روپوش رہے اور حاضر عدالت نہ ہوئے اور جب دیکھا کہ مریدوں کا دعویٰ اُلٹا ہمارے گلے کا ہار بن گیا تو خود ہی دعویٰ واپس کرا لیا اور اس طرح عدالتِ فوجداری کی کارروائی ختم ہوئی۔

اس کے بعد معاملہ عدالت دیوانی میں پہنچا اور طویل عرصہ کی کارروائی کے بعد مولوی محمد خلیل الدین صاحب بی۔ اے ایل ایل بی اڈیشنل منصف بریلی کے اجلاس سے ۹ر مئی ۱۹۳۶ء کو اس کا فیصلہ ہوا۔ یہ فیصلہ طویل ہے اور چند تنقیحات پر حاوی ہے ہم قارئین الفرقان کی اطلاع کے لئے صرف تنقیح نمبر ۳ درج کرتے ہیں جس میں فاضل منصف نے اس تثویب (رضا خانی صلوٰۃ)...... پر نہایت قابلیت سے قابل تحسین بحث کی ہے۔

نقل تنقیح نمبر ۳ فیصلہ مقدمہ نمبری ۴۲۸ ۱۹۳۵ء

حافظ عبد الجلیل وغیرہ مدعیان بنام امداد اللہ خاں وغیرہ مدعا علیہم۔

باجلاس مولوی محمد خلیل الدین صاحب بی۔ اے ایل ایل بی اڈیشنل منصف بریلی۔

(تنقیح نمبر ۳) ابتداءً منصف صاحب[1] شہر بریلی نے تنقیح ہذا بطور ایک واقعاتی تنقیح قائم کی تھی کیونکہ مدعا علیہم کا یہ بیان ہے کہ اس مسجد میں صلوٰۃ ہمیشہ پکاری جاتی رہی ہے۔ میں نے تنقیح کو اس طور سے ترمیم کر دیا ہے کہ اب وہ قانونی تنقیح ہو گئی ہے کیونکہ میری رائے میں اس امر کا مقدمہ پر کوئی اثر نہیں ہے کہ صلوٰۃ ہمیشہ پکاری جاتی تھی یا نہیں۔ ہر مسجد جائداد وقف ہے اور ہر مسلمان کو مسجد میں جا کر نماز پڑھنے کا حق حاصل ہے لیکن انتظام مسجد ہمیشہ متولی کے تعلق رہنا چاہئے اور ہر مسلمان کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ بغیر استمداد عدالت انتظامِ مسجد میں مخل ہو سکے اگر اس قسم کی مداخلت جائز ہو تو کسی قسم کا انتظام قائم نہیں رہ سکتا اور انتہائی بد انتظامی ناگزیر ہو جائے گی۔ اگر کوئی متولی اپنے فرائض بطریق مناسب انجام نہیں دیتا تو اس میں شک نہیں کہ ہر مسلمان کو اُس کے معزول کرا دینے کا حق حاصل ہے۔ لیکن جب تک وہ برطرف نہ ہو جائے کسی شخص کو اُس کے انتظام میں

مداخلت کا اختیار نہیں ہو سکتا۔

اس مقدمہ میں بطور امر واقعہ کے یہ تسلیم کر چکا ہوں کہ سالہا سال سے حافظ عبد الجلیل خاں بحیثیت متولی مسجد کا کام کرتے رہے ہیں۔ اہلِ محلہ نے اُن کو مقرر کیا تھا اور اُن کا تقرر بھی اسی وجہ سے جائز ہے کہ اہلِ محلّہ کا رواج یہی ہے کہ اہل محلہ متولی مقرر کر دیتے ہیں جیسا کہ خود مدعا علیہم کے گواہ سدن بیگ کو بھی تسلیم ہے جو متولی ہونے کا مدعی ہے نظر بریں واقعات مدعا علیہم کو انتظام مسجد میں مداخلت کا موقع نہیں دیا جا سکتا، اس میں شک نہیں کہ وہ مسجد میں آ سکتے ہیں اور نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا "صلوٰۃ" نماز کا جزو ہے یا اس کا تعلق انتظامِ مسجد سے ہے، اول الذکر صورت میں مدعا علیہم کو بلا لحاظ اس امر کے کہ اس مسجد میں کبھی صلوٰہ پکاری گئی یا نہیں؟ پکاری گئی صلوٰۃ کہنے کا حق حاصل ہوگا۔ لیکن دوسری صورت میں مدعا علیہم کو صلوٰۃ پکارنے کا کوئی حق نہ ہوگا۔ کیونکہ جب تک عبد الجلیل خاں مدعی نمبر ۱ متولی ہیں اس وقت تک، مدعا علیہم کو کوئی اختیار مداخلت، کا حاصل نہیں ہو سکتا۔ اب میں "صلوٰۃ" کی نوعیت تجویز کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

صلوٰۃ کو فقہ میں تثویب کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جس کے معنی اعلام بعد اعلام کے ہیں۔ اذان نماز کے لئے اعلانِ اوّل ہے اور یہ اعلان مقررہ الفاظ میں...... بلند آواز کے ساتھ عام مسلمانوں کی اطلاع کے لئے کیا جاتا ہے کہ نماز تیار ہے۔ اس اعلان کے کچھ دیر کے بعد جماعت کی نماز ہوتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں...... اذان ہوتے ہی نمازی مسجد میں جمع ہو جایا کرتے تھے لیکن جوں جوں زمانہ گذرتا گیا لوگوں کی دلچسپی دینی امور میں رفتہ رفتہ کم ہوتی گئی اور سلطان صلاح الدین بن المظفر بن ایوب کے حکم سے ۷۹۱ھ میں دوسرے اعلان موسومہ تثویب کا اجراء ہوا (ملاحظہ ہو اردو ترجمہ دُرِّ مختار صفحہ ۱۸۱) مدعا علیہم نے بھی اپنے بیان تحریری میں ایسا ہی بیان کیا ہے کہ تثویب کو علمائے متاخرین نے اس وجہ سے رواج دیا تھا کہ اذان سننے کے بعد تساہل کی وجہ سے لوگ مسجد میں جمع نہیں ہوتے تھے۔ تثویب کے لئے کوئی مقررہ الفاظ نہیں ہیں بلکہ (الفاظ تثویب میں) زمانہ اور مقام اور دیگر واقعات کی بناء پر فرق ہو جاتا ہے۔ مولوی احمد رضا خاں بریلوی نے (جن کے مدعا علیہم پیرو ہیں) اپنی کتاب العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ کے صفحہ ۴۵۷ پر تثویب کا بیان اس طرح کیا ہے کہ صلوٰۃ بمنزلہ اس کے ہے کہ گویا کسی شخص سے یہ کہا جائے کہ اذان ہو چکی ہے، یا جماعت تیار ہے، یا امام آ گیا ہے۔ ان سب جملوں کے ذریعہ سے افراد سے تخاطب مقصود ہوتا ہے اور اس نیت سے کہے جاتے ہیں کہ مخاطب کو جماعت کے تیار ہونے کی اور اس میں شرکت کرنے کی اطلاع ہو جائے۔[1]

صلوٰۃ بھی ایک قسم کی اطلاع ہے جو عامۃ المسلمین کو اس امر کی بابت دی جاتی ہے کہ جماعت تیار ہے۔ مدعا علیہم بھی اس کو فرض نہیں سمجھتے۔ اور وکیل مدعا علیہم نے دورانِ بحث میں یہ تسلیم کیا ہے کہ صلوٰۃ صرف مستحب ہے جس کے لغوی معنی بہتر یا مستحسن کے ہوتے ہیں اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ آیا صلوٰۃ کہنا مستحسن ہے یا مستحب ؟ ہر مسلمان کے عقیدۂ راسخ کے بموجب وہ امر مستحسن ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کیا ہو یا حکم دیا ہو بمقابلہ اُس امر کے کہ جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہو نہ کہا ہو۔ مدعا علیہم مجھ کو اس امر کی تائید میں کوئی سند نہ دکھا سکے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے نمازِ فجر کے کسی اور نماز کے وقت صلوٰۃ کہنے یا اعلان ثانی کی اجازت دی ہو۔ اذان مقررہ الفاظ میں ادا کی جاتی ہے۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نمازِ فجر کے وقت اذان کہی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم استراحت فرما رہے تھے۔ حضرت بلال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے کے دروازے تک گئے اور فرمایا الصلوٰۃ خیرٌ من النوم یعنی نماز خواب سے بہتر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جملہ سے بہت خوش ہوئے اور اس بات کی اجازت فرما دی کہ نمازِ فجر کی اذان میں اس فقرہ کا اضافہ کر دیا جائے۔ دیگر اوقات نماز کی اذانوں کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

[1] ابتداءً یہ مقدمہ منصف صاحب شہر بریلی کی خدمت میں گیا تھا بعد میں وہاں سے منتقل ہو کر اڈیشنل منصف صاحب کے یہاں گیا اور آپ نے تنقیح نمبر ۳ میں ترمیم فرما دی۔

[1] مولوی احمد رضا خان صاحب کے اس بیان سے ہمارے اس دعوے کی پوری تصدیق ہو گئی کہ "الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پکارنے والے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اللہ بخش آجاؤ مولا بخش آجاؤ جماعت تیار ہے ۱۲ منہ

نے تثویب کی صاف صاف ممانعت فرمائی ہے اور اس کی سند میں یہ حدیث ہے لا تثوبن فی شیٔ من الصلوٰۃ الا فی صلوٰۃ الفجر یعنی بجز نماز فجر کے اور کسی نماز کے وقت تثویب نہ کہو۔ یہ حدیث ترمذی بیان صلوٰۃ ص۲۷ سے منقول ہے اور ہر مسلمان جانتا ہے کہ ترمذی حدیث کی انتہائی مستند کتابوں میں سے ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کو بہت ضروری اور بہت اہم تصور فرمایا ہے کہ ہر مسلمان کو اذان ہوتے ہی فوراً مسجد میں پہنچ جانا چاہیئے اور تثویب یا اعلانِ ثانی کی اجازت نہیں دی ہے بلکہ یہ فرمایا کہ اگر بچے اور بوڑھے اندر ہونے کا خوف نہ ہو تو میں اُن مسلمانوں کے مکانات میں آگ لگوا دوں جو اذان سُننے کے بعد فوراً مسجد میں نہیں آتے اس کے معنی یہی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی جانب سے کوئی اجازت اعلان ثانی یا تثویب کی نہیں ہے۔

۷۹۱ھ میں سلطان صلاح الدین نے ایک بلائے ناگزیر کے طور پر صلوٰۃ کو جاری کیا تھا مولوی احمد رضا خان صاحب خود اپنی تصنیف مذکورہ بالا کے ص۴۷ پر فرماتے ہیں کہ "ہر مقام کے واقعات پر لحاظ کرنا چاہیئے اور اگر مسلمان نماز کے لئے اذان ہونے سے جمع ہو جاتے ہیں تو اس صورت میں تثویب ہرگز نہیں پکارنا چاہیئے کیونکہ اس کا یہ اثر ہوگا کہ لوگوں کی اذان کے بعد مسجد میں جمع ہونے کی نیک عادت اُن سے چھوٹ جائے گی۔

تثویب کسی طریقہ سے مذہباً ضروری نہیں ہے اور خود مدعا علیہم اس کو بدعت تسلیم کرتے ہیں، اگرچہ وہ اس کو بدعت حسنہ یعنی ایسی بدعت کہتے ہیں جو حسن ہو، مگر بدعت ہر صورت میں بدعت ہی رہے گی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح فرمان بدعت کے متعلق بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ ہے یعنی ہر بدعت ضلالت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعتوں کی تقسیم بدعت حسنہ یا بدعتِ سیئہ میں نہیں فرمائی ہے۔ ان جملہ اسناد پر غور کرنے کے بعد میں مطمئن ہو گیا ہوں کہ اذان اور جماعت کے درمیان اعلان ثانی یا تثویب مذہباً جائز نہیں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات و ارشادات کے قطعی خلاف ہے۔ مدعا علیہم کو کوئی حق نہیں ہے کہ وہ اس کو جاری کریں۔ مدعیان اور جملہ وہ مسلمان جو اُن کے ہم خیال ہیں تثویب یا اذان اور نماز کے درمیان اعلانِ ثانی کے روکنے پر یقیناً حق بجانب ہیں۔ اُن کو الفاظ تثویب پر جو اس مسجد میں کہے جاتے ہیں کوئی اعتراض نہیں ہے بلکہ اُن کا قول یہ ہے کہ ان الفاظ کا استعمال بے محل ہے۔

یہ امر بدیہی ہے کہ تثویب کے اضافہ سے اذان کی اہمیت کم ہو جائے گی لوگ رفتہ رفتہ اعلانِ اول ہونے پر مسجد میں نہ آنے کے عادی ہو جائیں گے اور اعلانِ ثانی کے منتظر رہا کریں گے۔ ممکن ہے کہ کچھ مدت بعد اعلانِ ثالث یا اعلانِ رابع کی بھی ضرورت پیش آنے لگے۔

مدعا علیہم کے فاضل وکیل نے اپنی بحث کے آغاز میں کہا کہ ہر مسلمان کو کسی مسجد میں جا کر اپنے طریقۂ مخصوص سے نماز پڑھنے کا حق حاصل ہے اور کسی شخص کو مزاحمت کا حق نہیں ہے۔ یہ بات بالکل صحیح ہے لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ تثویب نماز کا جزو ہو اور خود مدعا علیہم کے عقیدے کے مطابق تثویب لازمی نہیں ہے بلکہ اس کی ضرورت زمانہ کی حالت اور ہر جگہ کے واقعات پر منحصر ہے۔ میری رائے میں تثویب کا تعلق انتظامِ مسجد سے ہے جو متولی یا منتظم مسجد کے اختیار کُلی میں ہے۔ لہٰذا میں تجویز کرتا ہوں کہ مدعا علیہم اذان اور نماز کے درمیان تثویب کہنے کے مستحق نہیں ہیں۔

تنقیح ہٰذا مدعا علیہم کے خلاف فیصل کی جاتی ہے (اور یہ سلسلۂ تنقیح بالا) مدعا علیہم کو بذریعہ حکم ہٰذا ممانعت کی جاتی ہے کہ وہ اذان اور جماعت کے درمیان صلوٰۃ کہنے سے باز رہیں (نقل مطابق اصل)

حضرت امام اعظم رح
نے فرمایا

۱- جس شخص کو علم نے بھی معاصی اور فواحش سے باز نہ رکھا اس سے زیادہ کون زیاں کار ہوگا؟

۲- جو شخص علم کو دنیا کے لئے علم اس کے دل میں جگہ نہیں پکڑتا۔

۳- سب سے بڑی عبادت ایمان اور سب سے بڑا گناہ کفر ہے۔

۴- ہر بات میں تقویٰ اور امانت پیشِ نظر رکھئے۔

شہزاد گل، لاہور

مولانا عبید اللہ انور کی دو تحریریں

امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی تفسیر کو ایڈٹ کر کے ڈاکٹر مغل نے جو کارنامہ سرانجام دیا مولانا انور کی پہلی تحریر اس کے متعلق ہے (جس کا ذکر مدیر خدام الدین کے مقالہ میں آچکا جو دو گذشتہ اشاعتوں میں شائع ہوا) دوسری تحریر مدیر خدام الدین کے متعلق مولانا نے تحریر فرمائی۔

(ادارہ)

میں نے جناب منیر احمد مغل کے پی ایچ ڈی کے مقالے کو ذوق و شوق کے ساتھ پڑھا ہے انکی محنت کی جتنی بھی داد دی جائے کم ہے در حقیقت ڈاکٹر عبدالواحد ہالیپوتہ کی زیر نگرانی ڈاکٹر منیر احمد مغل کی کاوشِ فکر نے یہ عظیم کارنامہ انجام دیا ہے مستقبل میں مولانا سندھی پر مزید کام کی توقع کی جا سکتی ہے اس وقت یہ مقالہ مآخذ اور کتاب حوالہ کا کام دے گا میں تو اس کے ایک ایک لفظ کو دل کی گہرائیوں سے سراہتا ہوں خود حضرت سندھی نے فرمایا تھا کہ ہمارے ذہین نوجوان جب اس طرف متوجہ ہوں گے تو ہمارے اس فکر کی بنیاد پر ایک ہسٹاریکل لاج کھڑی کر دیں گے مجھے تو اس مقالے کی صورت میں حضرت مولانا سندھی کی دعا کی قبولیت آنکھوں سے نظر آ رہی ہے کچھ مقامات پر میں نے الفاظ درست کئے ہیں جو ضروری تھے اور مولانا سندھی کے وقت وفات پر ایک نوٹ بھی لکھا ہے کیوں کہ میں اس کا عینی شاہد تھا میری دعا ہے کہ جن جن حضرات نے اس کی تیاری میں حصہ لیا حق تعالیٰ انہیں دنیا و آخرت کے بہترین اجر سے سرفراز فرمائے انہوں نے واقعۃً اپنی آخرت سنوار لی ہے

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

احقر عبید اللہ انور

—— ۲ ——

باسمہ

۶ دسمبر ۱۹۸۲ء

محب مکرم علوی صاحب دامت مکارمکم

سلام مسنون۔ امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی تفسیر قرآن حکیم پر ڈاکٹر منیر احمد مغل کے پی ایچ ڈی کے تھیسس کے متعلق آپ کا تعارفی مقالہ بقامت کہتر بقیمت بہتر کا مصداق ہے جس محنت و جانفشانی سے اس مقالے کو سپردِ قلم کیا گیا ہے اس کا صحیح اندازہ کچھ وہی کر سکتا ہے جس نے کبھی کوئی ٹھوس علمی و تحقیقی کام کیا ہو آپ

نے اس مقالے کی خاطر جس طرح متعلقہ پورے مواد کو کھنگال ڈالا ہے وہ خود آپ جیسے جوان ہمت ایسرچ سکالر کے حق میں مولانا سندھی کے خواب کی تعبیر یا قبولیت دعا ہی قرار دیا جائے گا جس دن مجھے یہ مقالہ ملا ہے میں نے ایک رات میں اسے دوبار پڑھا اس کی ایک ایک سطر سے محظوظ و متاثر ہوا اور دل سے دعا نکلی ولی اللہ سوسائٹی کی پہلی فکری نشست میں اس مقالہ کا پڑھا جانا بجائے خود ایک نیک فال اور ایک اچھے کام کی اچھی ابتدا سمجھنا چاہئے دراصل اس فکری نشست کا مقصد نسل نو کی علمی و فکری راہنمائی ہی تو ہے خدا کرے یہ مقالہ نئے قلم کاروں کے حق میں ایک مہمیز ثابت ہو مجھے یاد ہے جب کبھی ادیب و شاعر مولانا سندھی سے ملتے تو وہ انہیں بڑی دلسوزی سے فرماتے کہ خدا تمہیں شاعری و افسانہ نگاری کی بجائے کوئی علمی و فکری کام کرنے اور آئندہ نسلوں کے لئے زندگی آموز اور زندگی آمیز حقیقی ادب تخلیق کرنے کی توفیق دے مولانا سندھی سخت افسوس کے ساتھ فرماتے دیکھو دنیا کہاں سے کہاں پہنچ چکی ہے لیکن ہمارے وطن کے نوجوانوں کو ہجر و وصال کے افسانوں اور گل و بلبل کے ترانوں اور ترانوں سے ہی فرصت نہیں

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت مجدد الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہؒ کے پیغام کو عام کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے آمین

اخو عبید اللہ انور

بقیہ : ...... المیہ

پر موجود ہے جو تمام ایک چھت کے نیچے آباد ہو۔

ثالثاً ان روایات میں اضطرار موجود ہے جو خود ان کی صحت کے منافی ہے۔

لیکن یہ تمام باتیں علماء کی ہیں اور ظاہر ہے کہ ہم عالم نہیں محض ایک طالب علم ہیں لہٰذا بغیر کسی جرح و تعدیل کے ان روایات کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ تو بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی علمی فضیلت ثابت ہوتی ہے جس کے ہم قطعاً منکر نہیں۔ لاریب حضرت علیؓ علم و فضل اور تقویٰ میں ایک منفرد مقام کے حامل تھے۔ لیکن اس کا معنیٰ یہ تو نہیں کہ دیگر صحابہؓ جوہر علم سے خالی تھے۔ تمام صحابہؓ بے مثال و عدیل تھے۔ ہر ایک کی صفت غالبہ منفرد تھی۔ جس طرح حضرت ابوبکرؓ لقب صدیق سے ملقب ہوئے، حضرت عمرؓ فاروق اعظم اور حضرت عثمانؓ غنی کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ کو "صدیق" کہنے کے یہ معنی ہرگز نہیں ہو سکتے کہ خدانخواستہ دیگر صحابہ وصف صدق سے تہی داماں تھے یا حضرت عمرؓ کو "فاروق" کہنے کے یہ معنیٰ کون کہتا ہے کہ دیگر صحابہ رسولؐ حق و باطل کی تمیز نہ کر سکتے تھے اور پھر حضرت عثمانؓ کے ساتھ "غنی" کا لاحقہ اس لئے تو نہیں لگایا جاتا کہ دیگر صحابہ غنی نہ تھے۔ (العیاذ باللہ)

بلاشبہ صحبت رسولؐ سے فیض یافتہ صحابہ کرامؓ سچے اور کھرے، حق و باطل میں تمیز کرنے والے، دل کے غنی اور صاحب علم و فضل تھے۔

لیکن ان میں صدیق اکبر سے صرف ابوبکرؓ ہی کی ذات مراد ہے، فاروق اعظم حضرت عمرؓ ہی کا اعزاز ہے اور لفظ غنی حضرت عثمانؓ ہی کے ساتھ سجتا ہے۔ اسی طرح علم و شجاعت میں حضرت علیؓ کی ذات یگانہ ہے۔ علم و فضل میں ان کا کوئی مثیل نہیں اسی لئے دور صدیقؓ و فاروقؓ میں اکثر علمی و فقہی مباحث وہی اپنی فراست علمی سے طے فرماتے تھے۔

اب تیسرے ماخذ یعنی اہل بیت جس سے مراد فاضل مضمون نگار حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو لیتے ہیں، قرآن و حدیث کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ

اس لفظ سے عمران مراد ہیں۔

محمد فاروق قریشی

عِلم وفکر کا المیہ

ہمارے یہاں کا حال بھی عجیب ہے کہ نوکر شاہی کے جو کارندے ریٹائرڈ ہو جاتے ہیں وہ ریٹائرمنٹ کے بعد قلم و قرطاس کی دنیا میں وارد ہوتے ہیں۔ اس ورود کے بعد وہ جو گل بوٹے کھلاتے ہیں اس کا اندازہ ایک سابق پولیس افسر اور ہوم سیکرٹری مسٹر فضل حق کی ان تحریرات سے ہو سکتا ہے جو وہ آج کل جنگ میں لکھ رہے ہیں۔ جنگ والوں نے اس بھلے آدمی کی انتہائی بوگس اور غلط تحریرات کو چھاپا تو ہمارے ایک معزز دوست فاروق صاحب نے اس کا تعاقب کیا۔ فضل حق صاحب ذہن و فکر کے اعتبار سے ایک مخصوص سوچ کے مالک ہیں۔ ان کی اوٹ پٹانگ تحریرات چھاپنے کے بعد جوابی مقالہ بعد از محرم چھاپنے کا وعدہ ہوا لیکن اس کے بعد بھی حیلہ سازی سے بات ٹلتی رہی ــــ آخر مجبور ہو کر جوابی مقالہ ہم چھاپ رہے ہیں ــــ (ادارہ)

"اتفاق میں برکت ہے"۔

یہ ایک پرانی ضرب المثل ہے اور آفاقی صداقتوں میں سے ایک ہے۔ اسلام بلاشبہ ایک آفاقی اور فطری دین ہے لہٰذا اس کی تعلیمات بھی فطرت کے عین مطابق ہیں۔ چنانچہ مسلمانوں کو ہر حال میں اتحاد و اتفاق کی تعلیم دی گئی ہے اور افتراق و انتشار سے حتی المقدور روکا گیا ہے۔

۱۔ "اللہ کی رسی (دین اسلام) کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور آپس میں فرقہ بندی نہ کرو"۔

۲۔ "جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے"۔ (القرآن)

۳۔ "مسلمان تو وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرا مسلمان سلامتی میں رہے"۔ (ارشاد رسولؐ)

اتحاد و اتفاق کی تمام تر تعلیمات کے باوجود خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے آخری دور میں ہی یہ ملت عظیمہ انتشار اور فرقہ بندیوں کی نذر ہو گئی۔ لیکن مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے بقول ہر دور میں حق پرستوں کا ایک طبقہ موجود رہا ہے جو بہتر (۷۲) فرقوں کے اِبطال میں بھی شمع حق کی روشنی رکھتے ہوئے سنت رسولؐ و خلفاء راشدین کا عَلَم بلند کئے جادۂ منزلت پر رواں دواں رہا ہے اور رہے گا یہاں تک کہ قیامت کی صبح طلوع ہو جائے۔

بدقسمتی سے ہمارے ملک میں جہاں ملت کے استحکام کی ضرورت پہلے سے آج کہیں زیادہ ہے وہاں چند دانشور اپنے گرد و پیش سے بے نیاز انتہائی نازک و حساس موضوعات کو اپنی ادھوری اور یکطرفہ معلومات کی بھینٹ چڑھاتے ہوئے اتحاد ملی کے درپے ہیں۔

ہم نے انہی صفحات پر جناب فضل حق صاحب کے فرمودات جو ملت کے انتہائی بوسیدہ مباحث میں سے ہیں لیکن وہ انہیں سیاسی فلسفہ کے رنگ و روغن کے ساتھ پیش فرما رہے ہیں، پر چند گذارشات پیش کرتے ہوئے موضوع کی نزاکت کا احساس دلایا تھا۔ کیونکہ یہ ملت کے مسلمہ اور واضح عقائد و افکار ہونے کے باوجود بھی ایک طبقہ کی افتاد طبعی اور ان کی ذاتی سوچ اور تحقیق کی بناء پر نزاعی ہیں۔

اور یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ ان مباحث کے نتائج میں ملت پہلے ہی نیم جان ہو چکی ہے لہٰذا اس ضمن میں مزید کوئی کاوش ملت کو بے جان کرنے کی سعی نامشکور ہو گی ـــ

لیکن ہماری توقع کے برعکس ہماری گذارشات کو یہ کہہ کر کہ ـــ

"بھائی قریشی نے جو ترکیبیں اپنے مقالے میں استعمال کی ہیں وہ ہماری سمجھ سے بالا ہیں"۔

درخور اعتنا نہ جانا۔

اور اس اعلان کے ساتھ۔

"ہم تو علم کی تلاش میں نکلتے ہیں، اس کی تلاش میں رہیں گے"

جمعہ ۲۴ ؍ ستمبر ۸۲ء کی اشاعت میں "علم کے المیے" کے عنوان سے ایک اور مصرعہ طرح عنایت فرمایا ہے۔ جس پر گرہ لگانا ہم اس لئے ضروری سمجھتے ہیں کہ ــــــ

اولاً اگر موصوف واقعی علم کی تلاش میں نکلے ہیں تو ان کی راہنمائی کے لئے حقائق سے آگاہی ہمارا فرض ہے۔

ثانیاً اگرچہ یہ مسائل عامی نہیں لیکن موصوف کی یکطرفہ معلومات کی بنا پر عوام الناس کے قلوب و اذہان میں جو ارتیاب و شکوک پیدا ہوئے ان کو رفع کرنا بحیثیت ایک مسلمان اور خادمِ خدام رسولؐ ہم پر واجب ہے۔ اس لئے ــــــ

؎ پھر نہ کیجے مری گستاخ نگاہی کا گلہ
دیکھئے آپ نے پھر پیار سے دیکھا مجھ کو

موصوف نے اسلام کے سیاسی فلسفہ کی بنیاد درج ذیل قرار دی ہے۔

"۱۔ قرآن اور اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ
۳۔ اہل بیت یعنی حضرت علیؓ فاطمہؓ بنتِ رسولؐ اور امامین حسنؓ و حسینؓ"

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن اور اسوۂ رسولؐ ہی ہمارے نظریہ اور فلسفہ کی بنیاد ہیں۔ اسی لئے ہم سمجھتے ہیں کہ جس فلسفہ اور نظریہ کا ماخذ قرآن اور اسوۂ رسولؐ نہیں وہ سب کچھ ہو سکتا ہے اسلام نہیں۔ اسوۂ رسولؐ دراصل قرآن ہی کی عملی تفسیر ہے تاکہ بعد میں آنے والوں کے لئے تفسیر بالرائے کے دروازے کھلے نہ رہ جائیں۔

سوال کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و اطوار کے بارے میں بتائیے:

"ان کا اخلاق قرآن ہے"۔

صدیقۂ کائنات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے برجستہ جواب دے کر مسئلہ حل فرما دیا۔

اسی نعمتِ ربانی کی بنا پر اللہ کے پیارے رسولؐ کو طائف میں پتھروں اور استہزائی قہقہوں کی ندی عبور کرنا پڑی، میدان اُحد میں دندان مبارک شہید کرانے پڑے، اپنے ہی شہر اور گھر کے راستے میں کانٹوں سے گذرنا پڑا یہاں تک کہ بیت اللہ جو امن و سلامتی کا مسکن ہے، میں اونٹ کی اوجھڑی کے زیر بار رہنا پڑا اور پھر غور فرمائیے کہ ام القریٰ ہی میں اپنے وقت کا ابوالحکم بیت اللہ کے عین سامنے رسول اللہؐ کی قوم، جو نزولِ قرآن سے قبل صادق و امین کہتے نہ تھکتی تھی، کی مجلس بپا کئے حامل قرآن صلی اللہ علیہ وسلم پر کیچڑ اُچھال کر اپنے خبثِ باطنی کا اظہار کر رہا ہے جو شاید تاریخ میں علم و فلسفہ کا پہلا المیہ تھا۔

اس ابوالحکم کو تو آپ کا فرِ اعظم اور ابوجہل کہہ کر ایک طرف چل دیں گے لیکن صاحب ٹھہرئیے بزعم خود ملت اسلامیہ کے ان فرزانوں اور علم و فلسفہ کے اجارہ داروں کے متعلق کیا خیال ہے جو قرآن کی ترتیب کے محض اس لئے قائل نہ ہوں کہ یہ اتفاق سے دورِ عثمانؓ میں ہوئی۔ لیجئے صاحب فلسفہ کی بنیاد ہی نہیں رہی تو فلسفہ کیسا، ملاحظہ فرمائیے ــــــ

"ظاہر ہے کہ اس زمانے تک قرآنِ مجید میں کیا کیا تغیرات ہوگئے۔ کم سے کم اس میں تو شک ہی نہیں کہ ترتیب بالکل بدل دی گئی"

(حاشیہ ترجمہ قرآن مولوی فرمان علی صاحب)

علم کا یہ المیہ یہیں ختم نہیں ہوتا بلکہ مزید دیکھئے ــــــ

"قرآن بہ نسبت عام مخلوق کے اکثر معمّیٰ ہے اور یہی حال اکثر احادیث نبویہ کا بھی ہے اور جن احکام شرعیہ کو خواہ وہ اصولی ہوں یا فروعی ہم نہیں جانتے ان میں سوا ان کے کہ آئمہ سے سُنی ہوئی بات ملے، ہمارے لئے کوئی سبیل نہیں اور احکام نظریہ کا کتاب اللہ کی ظاہر آیات سے استنباط کرنا جائز نہیں اور نہ احادیث نبویہ کے ظاہر الفاظ سے استنباط جائز ہے جب تک کہ اہل ذکر (یعنی آئمہ) سے کچھ منقول نہ ہو"

(اساس الاصول ص۲ مطبوعہ لکھنؤ)

بوالعجبی ملاحظہ فرمائیے کہ قرآن جو اصل الاصول ہے وہ اس قابل ہی نہیں کہ اس سے براہِ راست کسی فلسفہ یا نظریہ کا استنباط ہو سکے ماسوائے اس کے کہ جن افراد کی بزرگی محض قرآن اور حامل قرآنؐ سے تعلق و نسبت کی رہینِ منت ہے وہی بنیادِ دین ٹھہرے ـــ

لیکن اس کے باوجود دین و فکر اور

عقیدہ کا استحکام دیکھئے کہ تمام تر ان ترانیوں کے باوجود نہ تو ان کے اسلام میں ضعف آتا ہے اور نہ ہی فکرِ دین مضمحل ہوتی ہے بلکہ ستم یہ کہ مسندِ افتاد پر بیٹھ کر جسے چاہتے ہیں مسلمان رکھتے ہیں اور جسے چاہیں آغوشِ کفر میں دھکیل دیں گویا دین و مذہب ان اجارہ داروں کے اشارۂ ابرو کا رہینِ منت ہے۔

گویا علماء کیا ہوئے اردو شاعری کے روایتی محبوب ہو گئے جو ہر لحہ ایشیائی عشوہ طراز کا سا انداز لئے بیٹھے ہوں کہ:

؎ وصل کی شب، اور ان کا کہنا
جاؤ بھی، ہم نہیں منتے

غالباً فانی بدایونی کو بھی ایسے ہی سیماب صفت محبوب سے واسطہ پڑا تھا جو اس طرح چلّا اٹھا کہ:

؎ فانیؔ ہم نے ڈوبتی دیکھی ہے نبضِ کائنات
جب مزاجِ یار کچھ برہم نظر آیا ہمیں

اس قبیل کے فلاسفر علماء اور مجتہد علم کا مجسم المیہ نہیں تو کیا ہیں؟

قرآن اور اسوۂ رسولؐ کے بعد جناب فضل حق صاحب کے مطابق دوسرا ماخذ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذاتِ بابرکات ہے۔ اس لئے کہ:

"میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ" (حدیث نبوی)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل و مناقب بے پناہ ہیں اسلام کے لئے ان کی گرانقدر خدمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت کی بنا پر ان کی فضیلت اور بزرگی مسلّم ہے جس کی بنا پر ان کی اہمیت اور فضیلت کا کوئی بھی کلمہ گو منکر نہیں ہو سکتا۔

علم تفقہ اور تقویٰ میں وہ ایک ممتاز مقام پر فائز ہیں جس کا انکار کوئی کور چشم اور بے بصیرت انسان ہی کر سکتا ہے۔

قرآنِ ناطق اور مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حیاتِ مبارکہ میں دیگر نو (۹) جلیل القدر صحابہ کرامؓ کے ساتھ جنت کی بشارت بھی دی ہے۔

تمام تر فضائل و مناقب کے باوجود امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقام جماعت صحابہ کرامؓ کے ساتھ ہے ان سے علیحدہ نہیں کیونکہ قرآن کا فیصلہ یہ ہے کہ:

"اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے"

اور فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ:

"میرے صحابہؓ ستاروں کی مانند ہیں جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے"

اور تیسرے مرحلے پر جناب امیر المؤمنین حضرت علیؓ کا اسوہ ملاحظہ فرمائیے:

ابوالقاسم بلخی نے اپنی کتاب "کتاب السنۃ" میں نو راویوں سے نقل کیا ہے کہ:

حضرت علیؓ کو یہ خبر پہنچی کہ کچھ انہیںؓ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے افضل مانتے ہیں تو آپ منبر پر چڑھے اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا:

اے لوگو! مجھے خبر پہنچی ہے کہ بعض لوگ مجھے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ پر فضیلت دیتے ہیں اور اگر میں اس کی ممانعت کا اعلان دے چکا ہوتا تو میں اس پر سزا دیتا لیکن آج کے بعد اگر میں یہ بات کسی سے سنوں گا تو وہ کہنے والا مفتری ہے اس پر مفتری کی حد (یعنی اسّی درے) ہے۔

پھر آپؓ نے فرمایا کہ اس امت کے بہترین اشخاص نبی کے بعد ابوبکرؓ پھر عمرؓ ہیں ان کے بعد اللہ جانے بہترین امت کون ہیں۔ حضرت حسن بن علیؓ فرماتے ہیں کہ اگر حضرت علیؓ تیسرے شخص کا نام لیتے تو حضرت عثمانؓ کا نام لیتے۔

ابوالقاسم نے حضرت علیؓ کے علمبردار عبد خیر سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں تمہیں اس شخص سے آگاہ نہ کر دوں جو اس امت میں نبیؐ کے بعد سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا۔

اس پر کسی نے کہا اے امیر المومنینؓ ہمیں ضرور آگاہ فرمائیے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا وہ ابوبکرؓ ہیں پھر عمرؓ، کسی نے کہا اے امیر المومنینؓ کیا وہ دونوں آپؓ سے پہلے جنت میں جائیں گے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا ہاں! قسم اس ذات کی جس نے دانہ سے درخت نکالا اور روح کو پیدا کیا۔ بے شک یہ دونوں جنت میں داخل ہو گئے اس حال میں کہ میں معاویہؓ کے ساتھ حساب میں رکا ہوا ہوں گا۔

(ازالۃ الخفاء جلد اول ص۲۶۱-۲۶۲)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے واضح اور غیر مبہم ارشادات نقل کرنے کے بعد فکر و نظر کے مطلع کو صاف ہو جانا چاہئے۔

ہمیں خوشی ہے کہ فاضل مضمون نگار بھی "اتحاد فکر و نظر" کے متمنی ہیں جس کی بنا پر انہوں نے تاریخ، علم و ادب کے انعام

سے یہ مختصر لیکن" موج افزا دھارے" چنے گئے۔

لیکن شاید انہیں فکر و نظر کے اس المیے کا علم نہیں جس نے جسدِ ملّت میں افتراق کا زہر منتقل کیا تھا۔ اور یہ ہماری تاریخ کا انتہائی المیہ ہے کہ ملّت میں تفرقہ اور جماعت بندی کی بنیاد بھی اسی برگزیدہ شخصیت یعنی امیر المومنین حضرت علیؓ کو بنایا گیا۔ حالانکہ خود حضرت علیؓ زندگی کے آخری ایام تک شیرازۂ ملّت مجتمع کرتے رہے۔

عبداللہ ابن سباء کے نام سے تقریباً ہر شخص واقف ہے۔ یہ یہودی النسل ملّتِ اسلامیہ کی اجتماعیت کو انتشار کی راہ دکھانے والا پہلا بدبخت ہے جس نے صحابہ کبارؓ کو برا بھلا کہنے کے لئے حضرت علیؓ کی ذات کو ڈھال بنایا۔ اسی نے عبداللہ بن ابی بن سلول کی جماعتِ منافقین کی باگ ڈور سنبھالی۔

اس سلسلے میں ہم اپنی طرف سے کچھ عرض کرنے کی بجائے شیعہ مکتبِ فکر کی معتبر کتاب "رجالِ کشی" کا اقتباس پیش کرتے ہیں۔

"بعض اہلِ علم نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن سبا، یہودی تھا پھر وہ اسلام لایا اور اس نے حضرت علی علیہ السلام سے محبت کی، اور وہ اپنے زمانۂ یہودیت میں حضرت یوشع بن نون وصیِ موسیٰ کے بارے میں غلو کیا کرتا تھا، پھر وہ اپنے اسلام کے زمانہ میں رسول خداؐ کے بعد حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں ویسا ہی غلو کرنے لگا۔ یہ ابن سبا پہلا شخص ہے جس نے امامت حضرت علیؓ کے فرض ہونے کو شہرت دی اور ان کے دشمنوں پر تبرا کیا اور ان کے مخالفوں سے کھیل کھیلا اور ان کی تکفیر کی۔" (رجال کشی ص۱۰۱)

"رجال کشی" ہی میں عبداللہ بن سبا کے متعلق امام جعفر صادقؒ سے منقول ہے کہ:

"حضرت علیؓ نے اس کو بہت سمجھایا اور توبہ کرنے کے لئے کہا اس نے نہ مانا۔ بالآخر آپ نے اس بدبخت کو آگ میں جلوا دیا۔"

امام جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ:

"جنگِ جمل کے بعد ستر آدمی جناب امیرؓ کے پاس آئے جو اسی عبداللہ بن سبا کی بولی بولتے تھے اور انہوں نے بھی توبہ کرنے سے انکار کیا ان سب کو بھی حضرت علیؓ نے آگ میں جلوا دیا۔"

درج بالا روایات سے واضح ہو جاتا ہے کہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اس نظریہ کے قائل نہ تھے بلکہ اس نظریہ کے حاملین کو نذرِ آتش کرتے رہے۔

اب آیئے اس حدیث کا مطالعہ کریں کہ:

"میںؐ علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ۔"

اگرچہ موصوف مغرب زدہ ہیں تاہم اتنی معلومات تو ضرور ہونگی کہ احادیث اپنی صحت کے اعتبار سے مختلف درجات کی حامل ہیں اور ان کو جانچنے کے لئے روایت و درایت اور اسماء الرجال جیسی کڑی کسوٹیاں موجود ہیں۔ لیکن شاید اس حقیقت سے باخبر نہیں کہ درج بالا حدیث معیارِ صحت پر پوری نہیں اترتی اسی لئے یہ حدیث محدثین کی اصطلاح میں حدیثِ غریب کہلاتی ہے۔ اور یہ بات اہلِ علم بخوبی جانتے اور سمجھتے ہیں کہ حدیثِ غریب جس کی بنیاد خبرِ واحد ہو عقائد کے باب میں قابلِ قبول نہیں ہوتی۔

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ حدیث تواتر سے ثابت نہیں اور عقائد کے لئے معیار پر پوری نہیں اترتی تو مجموعہ احادیث میں شامل کیوں ہے؟

امرِ واقعہ یہ ہے کہ محدثینِ کرامؒ نے فضائل و مناقب کے باب میں غریب اور ضعیف روایات کو بھی جمع کر دیا ہے اسی لئے صاحبِ مشکوٰۃ نے اسے غریب جانتے ہوئے بھی فضائل علیؓ کے سلسلے میں شامل کیا ہے۔

اسی قسم کی ایک اور روایت آتی ہے جس میں رسول اللہؐ سے منسوب کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں علیؓ دروازہ ہیں فلاں صحابہ اس کی دیوار ہیں اور فلاں اس کی چھت۔

جبکہ دوسری روایت میں شہرِ علم کے لئے مختلف صحابہ کو مختلف دروازے قرار دیا ہے۔

درج بالا روایات پر علماء نے صرف سند و روایات کی بنا پر ہی جرح نہیں فرمائی عقلی اعتبار سے بھی محلِ نظر ٹھہرایا ہے۔

اولاً یہ کہ شہر کو مصور کرنے اور دروازے بنانے کا رواج عرب میں نہیں بلکہ یہ عجمی روایت ہے اور رسولِ عربیؐ جن پر عربیت کی فصاحت و بلاغت کو بھی ناز ہے، غیر واقعی تشبیہ کیسے دے سکتے تھے؟ افصح اللسان عربی کا دامن اسقدر تنگ نہیں کہ تشبیہ اور استعارے کے لئے رہینِ منتِ عجم ہونا پڑے۔

ثانیاً مسقف شہر کا رواج تو عرب و عجم میں کہیں بھی نہیں کم از کم ہم نے تو آج تک نہ سنا اور نہ پڑھا کہ کوئی ایسا بھی شہر کرۂ ارض

(باقی ۱۸ پر)

ایڈیٹر کے قلم سے

جمعیۃ عُلماءِ ہند

ایک تاریخ ——— ایک تذکرہ

اس وقت ہمارے سامنے "جمعیۃ علماء ہند" نامی دو جلدوں پر مشتمل ایک کتاب موجود ہے جس کے مجموعی صفحات ۸۹۶ ہیں۔ اسے ایک خاتون نے مرتّب کیا ہے جس کا نام پروین روزبنہ ہے جو ایک حکومتی ادارہ "قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت اسلام آباد" کی ریسرچ فیلو ہیں —— حکومت نے یہ ادارہ ماضی کی تاریخ مرتب کرنے اور بالخصوص مختلف جماعتوں کے حوالے سے دستاویز مرتب کرنے کی غرض سے قائم کیا اور مختلف جماعتوں کے ریکارڈ کے لئے مختلف افراد کو ذمہ داریاں سونپیں ——

جمعیۃ علماء ہند ایک ایسی جماعت تھی جو اس خاص نام سے تو ۱۹۱۹ء میں معرضِ وجود میں آئی جبکہ اس کا علمی و فکری رشتہ حریت و ایثار کی چودہ صدیوں پر محیط تاریخ کا ایک حصّہ ہے۔ اور بالخصوص برِعظیم ہند و پاک، بنگلہ دیش کے اکابر و اساطینِ امّت حضرت الامام مجدّد الف ثانی، حضرت الامام الشاہ ولی اللہ رحمہما اللہ تعالےٰ وغیرہ تو اس کے باقاعدہ فکری و عملی قائد تھے —— شاہ ولی اللہؒ کے فکر و فلسفہ کے مطابق تحریک مجاہدین سے لے کر ۱۸۵۷ کے جہاد آزادی تک کا پورا دور ان علماء و صلحاء کی قیادت و سیادت کا مرہونِ منت ہے۔ جنہوں نے ملت کی آزادی و وقار کی خاطر اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا۔ ۱۸۵۷ء کے خونی حادثہ کے بعد ان علماء و صلحاء نے مدرسہ و خانقاہ کی دنیا میں مستقبل کے لئے صف بندی کا عمل شروع کر دیا اور جب انیسویں صدی کے آخری ربع میں انڈین نیشنل کانگریس معرضِ وجود میں آئی تو ملک کے وسیع تر مفاد کے پیشِ نظر ان حضرات نے اس کو اپنی سرپرستی سے نوازا۔ لیکن انہوں نے اپنے محاذ پر برابر عمل جاری رکھا۔ اور ۱۹۱۰ء کی جمعیۃ الانصار پھر اس کے بعد تحریک ریشمی رومال سب اسی سلسلہ کی کڑیاں تھیں۔ بدلے ہوئے حالات میں ۱۹۱۹ء میں جمعیۃ علماء ہند معرضِ وجود میں آئی اور خوبی یہ تھی کہ اہلسنت کے جملہ مکاتب فکر کے ذمہ دار علماء اس سٹیج پر موجود تھے جن میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن، مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مولانا شاہد فاخر الہ آبادی، مولانا عبدالماجد بدایونی، علامہ معین الدین اجمیری وغیرہ شامل تھے۔ اس جماعت نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دئے وہ ہماری تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ آپ حیران ہوں گے کہ ۱۹۲۶ء میں اسی جماعت نے سب سے پہلے "مکمل آزادی" کا اعلان کر کے اپنی جدوجہد کا دائرہ عمل انتہائی مؤثر طریق پر پھیلایا۔ مسلم لیگ کا تو خیر نام ہی کیا کہ وہ تو اس وقت گھٹنوں کے بل چلنا سیکھ رہی تھی۔ کانگریس جیسی جماعت اس کا حوصلہ نہ کر سکی تھی لیکن تقسیم ملک کے عمل کے بعد جمعیۃ علماء ہند اور اس کے قابل فخر رہنماؤں کے کارناموں کو چھپانے ہی کی کوشش نہیں کی گئی بلکہ ان کی کردارکشی تک کی گئی اور اس کا سبب ملکی سیاسیات میں جمعیۃ کا وہ رول تھا جو اتفاق سے کامیابی

سے ہمکنار نہ ہو سکا ـــــ لیکن کیا حادثاتی طور پر کسی فکر کا کامیاب ہو جانا اس کی صحت کے لئے حرفِ آخر ہے۔ اور اس کے بالمقابل عوامی بھیڑ کا کسی فلسفہ کو وقتی طور پر رَد کر دینا اس کے غلط ہونے کی بنیاد بن سکتا ہے ـــــ ؟ ہمارا خیال یہ ہے کہ یہ دونوں ہی باتیں غلط ہیں ـــــ صحت و سچائی کا دار و مدار عوامی بھیڑ پر نہیں، اس کے لئے اور ہی پیمانے ہُوا کرتے ہیں لیکن افسوس! کہ ان پیمانوں کو سمجھنے والے کم ہوتے ہیں ـــــ

بہر طور جمعیۃ علماءِ ہند کا ملکی سطح پر جو موقف تھا اس پر گفتگو کا نہ یہ وقت ہے نہ موقعہ ـــــ اتنی بات ضرور ہے کہ حضور نبی مکرم قائدنا الاعظم علیہ السلام کے علمی وارثوں کے سامنے ایک سیدھا سادا مسئلہ تھا کہ مسلمان کی سوچ و فکر اور اس کے عمل و کردار کا دائرہ محدود نہیں ہوتا وہ ـ ع

ہر ملک ملکِ ما است کہ ملک خدائے ما است

اور ـــ ع

مسلم ہیں ہم وطن ہیں سارا جہاں ہمارا

کی سوچ رکھتا ہے ـــــ وہ اپنی زندگی گذارنے کے لئے محدود جغرافیائی سرحدات کا تابع نہیں ہوتا ـــ بلکہ اقصائے عالم تک اس کی نظر ہوتی ہے ـــ پھر یہ بھی تھا کہ اس برعظیم میں ان کے حوصلہ مند، بہادر اور جرأت مند اسلاف نے ایک ہزار برس تک حکومت کی تھی اور اپنی تہذیب و ثقافت کے نقوش ثبت کئے تھے ـــــ وہ اپنے اسلاف کی عظیم تر وراثت لینا اور چھیننا چاہتے تھے وہ سمٹ سمٹا کر ایک محدود خطہ پر قناعت کرنا پسند نہ کرتے تھے لیکن انگریزی ایوانوں میں ۱۸۵۶ء سے ملک کے حصے بخرے کرنے کے جو منصوبے بن رہے تھے وہ اب اس انداز سے سامنے آئے کہ عوام کی اکثریت بہک گئی اور ـــ ع

"منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے"

کا منظر سامنے آیا۔ کم حوصلہ اور حادثاتی فاتحین نے اختلاف رائے رکھنے والے لوگوں کی تاریخ مٹانے اور انہیں دبانے کی مذموم کوششیں شروع کر دیں حتیٰ کہ نئی نسل ان حقائق سے بالکل بیگانہ ہو کر رہ گئی ـــــ سچائی اپنے وقت پر ابھرتی ہے اور ضرور ـــــ اس کا اندازہ اس عظیم کتاب سے ہو گا جو شائع بھی ایک ایسے ادارے سے ہو رہی ہے جو ایک طرح کا سرکاری ادارہ ہے اور ظاہر ہے کہ سرکار کو مظلوم علماء سے کیا نسبت اور ان سے کیا ہمدردی؟ لیکن جن کے سر پر کامیابی کے سہرے باندھے گئے ان کی تاریخ کا اب تک رونا ہے اور جو نظر بظاہر ناکام تھے ان کی تاریخ اس طرح مرتّب ہو گئی کہ ۸۹۶ صفحات میں ۱۹۱۹ء سے لے کر ۱۹۴۵ء تک کی دستاویزات سامنے آ گئیں۔

اس میں آپ کو جمعیۃ کے اغراض و مقاصد ملیں گے، نظام کی تفصیل ملے گی ہر اجلاس ہائے عام کے خطباتِ صدارت ملیں گے، استقبالیہ خطبات ملیں گے، تجاویز ملیں گی۔ (ایک آدھ سال کا خطبہ نہیں کہ وہ تلاش بسیار کے باوجود مرتبہ کو مل نہ سکا) یہ خطبات صدارت شیخ الہند مولانا محمود حسن، مولانا ابوالکلام آزاد، علامہ سیّد سلیمان ندوی، مولانا ابوالمحاسن سجاد بہاری، مولانا حبیب الرحمٰن دلوبندی، مولانا سید حسین احمد مدنی، علامہ سیّد انور شاہ کاشمیری، علامہ شاہ معین الدین اجمیری اور مولانا عبدالحق مدنی جیسے دیدہ ور لوگوں کے ہیں ان کا ایک ایک لفظ اپنی تاریخ کو سمجھنے کے لئے مؤثر و کارگر ہے ـــــ تجاویز سے آپ کے سامنے پورا اتار چڑھاؤ آ جائے گا اور ساتھ ہی ساتھ بعض اہم ترین ضمیمہ جات ہیں جن سے مالابار حوادث ۱۹۲۲ء کی رپورٹ کا پتہ چل جائے گا امیر الشریعت فی الہند کا مکمل مسودہ، ترک موالات کے پروگرام سے متعلق جماعتی فیصلہ، نہرو رپورٹ پر تنقید اور ۱۹۳۱ء و ۱۹۴۵ء کے انتہائی بہتر و مؤثر

(باقی ۱۲ پر)

تعارف و تبصرہ

تبصرہ کے لئے ہر کتاب کی دو جلدیں دفتر میں ضرور بھیجئے!! (مدیر)

انجمن ارشاد المسلمین کے مطبوعہ رسائل

انجمن ارشاد المسلمین ۶ ـــ بی شاداب کالونی حمید نظامی روڈ لاہور ایک عرصہ سے مسلک حقہ اہلسنت و جماعت (حنفی دیوبندی) کے سلسلہ میں ٹھوس اور مؤثر خدمات انجام دے رہی ہے۔ انجمن نے جہاں حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی، حکیم الامت مولانا تھانوی، مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری اور مولانا محمد حنیف اعظمی جیسے اساطین ملّت کی نادر و نایاب مطبوعات کو جدید انداز اور بڑی خوبصورتی سے شائع کر کے مسلک حقہ کی زبردست خدمت کی وہاں فریق مخالف کی بعض ایسی کتابیں اور رسائل کا عکس بھی شائع کیا ہے جنہیں ایک خاص پلاننگ کے تحت غائب کر دیا گیا۔

اس ضمن میں، مولانا احمد رضا خان کی کتاب حدائق بخشش کا تیسرا حصہ (جس میں حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توہین ہے) اور وصایا شریف (جس میں دین اسلام کے بالمقابل ایک نئے دین کی دعوت ہے) بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

اب اسی انجمن نے تین رسائل کا عکس شائع کیا ہے جن میں ایک تو علماء لدھیانہ کا مشہور فتویٰ بنام نصرۃ الابرار ہے ۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۸ء کے اس مطبوعہ فتویٰ میں ص۲۹ سے ص۳۲ تک مولانا احمد رضا خاں کا وہ مفصل فتوےٰ شامل ہے جس میں آپ نے انگریزی دور کے ہندوستان کو دارالاسلام ہندوؤں کو ذمی اور کانگریس میں شرکت کو جائز قرار دیا ہے۔ موصوف نے اپنے فتویٰ کی ابتداء میں اپنے ایک رسالہ اعلام الاعلام کا ذکر کیا ہے۔ جس میں ہندوستان کے دارالاسلام ہونے کو بدلائل واضحہ ثابت کیا گیا ہے۔ اسی طرح اپنے فتاوےٰ رضویہ بعنوان، العطایا النبویہ کی طرف توجہ دلائی ہے، کہ ہندو اہل ذمہ ہیں کافر حربی نہیں ـــــ آج جو حضرات موصوف کے سیاسی مؤقف کے متعلق بلند بانگ دعوے کرتے ہیں ان کی آنکھیں کھولنے کو یہ رسالہ کافی ہے اور دوسروں پر کانگریس نواز ہونے کی پھبتی کسنے والوں کو یہ پڑھ کر یقیناً شرمندگی ہوگی ـــــ کیونکہ دوسروں نے محض آزادی کی غرض سے کسی سے اتحاد کیا کسی کی بالادستی قبول نہیں کی نہ ہندوستان کو دارالسلام اور ہندوؤں کو ذمی کہا۔

دوسرا رسالہ "القسورہ علی ادوار الحمر الکفرہ" ہے مولانا مصطفیٰ رضا خان صاحب کا مؤلفہ رسالہ مرتب کرنے والے بزرگ کا نام سید احمد قادری ہے جو والد تھے علامہ محمود احمد رضوی چیئرمین رؤیت ہلال کمیٹی کے ـــــ مولانا ظفر علی خان مرحوم کے کفر سے متعلق یہ رسالہ اس دور میں مرتب کر کے حزب الاحناف لاہور کی طرف سے شائع کیا گیا ۱۹۲۵ء کا قصہ ہے مولانا مصطفیٰ رضا خان صاحب کے علاوہ مختلف بریلوی علماء کے تائیدی دستخط اس پر موجود ہیں جن میں بدایوں، مارہرہ، کراچی، لاہور وغیرہ کے بریلوی علماء شامل ہیں پوری ملّت اور اس کے ایک ایک رہنما کو کافر قرار دینے والے بریلوی علماء کی "کوثر و تسنیم میں دھلی ہوئی زبان" کا یہ شاہکار رسالہ انجمن نے بعینہ چھاپ دیا ہے تاکہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے۔

تیسرا رسالہ "تنویر الحجہ"

۱۳۲۵ھ کا ہے مطبع اہلسنت واقع آستانہ عالیہ رضویہ بریلی نے اسے چھاپا اس میں آستانہ بریلی کا وہ مبسوط فتویٰ ذکر کیا گیا ہے جس کی رو سے حج جیسے مقدس دینی فرض کے التوا کا اعلان کیا گیا تھا ـــــ بدقسمتی یہ ہے کہ بریلوی علماء کے شوق تکفیر کا سلسلہ اتنا دراز ہوا کہ بات حرمین شریفین تک پہنچی اور پھر اس ذوق کی تکمیل اسی پر ہوئی کہ مسلمانو! حج مت کرو کیونکہ آپ پر حج فرض نہیں، اس میں تاخیر روا ہے اور نجدی علیہ ما علیہ کا اخراج اور اس کی سعی لازم و ضروری ہے۔ اس فتویٰ کے مرتب بھی جناب مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب تھے اور اس پر بھی مختلف مقامات کے بریلوی علماء کے دستخط ہیں گویا اجتماعی فتویٰ ہے کہ حج کی چھٹی ـــــ انا للہ و انا الیہ راجعون ـــــ اور اب بھی صورت یہ ہے کہ بریلوی علماء وہاں جاتے تو ہیں لیکن اپنے مخصوص رفقاء کو یہاں سے تبلیغ شروع کر دیتے ہیں کہ وہاں کے ائمہ کی اقتداء میں نماز نہ پڑھنا، خود نہیں پڑھتے۔ کئی ایک پکڑے گئے بلکہ یہاں ائمہ حرمین آئے تو ان کی اقتداء میں نماز ادا کرنے والے لاکھوں مسلمانوں کی تکفیر کی ـــــ اور چونکہ اب التوائے حج کا فتویٰ آسان نہیں اس لئے کافروں کے ملک برطانیہ میں جا کر ان بدنام کنندگان ملّت نے کانفرنس منعقد کر کے حرمین شریفین کو دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے کھلا شہر قرار دینے اور حرمین سے سعودی کنٹرول ختم کرنے کا مطالبہ کیا (جیسا کہ ہم خدام الدین میں وہ چٹھی چھاپ چکے ہیں) اس کانفرنس میں پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری بھی موجود تھے اور یوں غیروں کے ہاں جگ ہنسائی کا موقع فراہم کیا گیا۔ اور سعودی عرب جیسے مخلص دوست سے بگاڑ کی باتیں کی گئیں حالانکہ حکومت سعودیہ اللہ کی بخشی ہوئی دولت کو بے دریغ طریق سے حجاج کی خدمت کے لئے خرچ کرتی ہے اور کسی ملک کے عازم حج کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں بشرطیکہ وہ مسلمان ہو کافروں کے لبادہ میں وہاں نہ جائے۔

بہر طور ۵۰ سال کے اس فتوے اور آج کل کے طرزِ عمل میں مناسبت تلاش کرنا عوام کا کام ہے ہم تو انجمن کو مبارک دیتے ہیں کہ اس نے یہ رسالے شائع کر دئے تینوں رسائل کی قیمت ۱۵/- روپے ہے۔ یعنی پانچ روپے فی رسالہ ـــ فوراً حاصل کر کے ریکارڈ میں محفوظ رکھیں۔

حیات طیبہ، ایک نظر میں

حافظ نذر محمد صاحب پرنسپل شبلی کالج لاہور جیسے دردمند، حساس اور مخلص مسلمان نے سیرت سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم پر مشتمل ۲۰ × ۳۰ کا خوبصورت چارٹ مرتّب کیا ہے جو بطور ڈیکوریشن پیس مکانات وغیرہ میں لٹکایا بھی جا سکتا ہے اور اپنے آقا و مولا سے رہنمائی کا ذریعہ بھی ہے۔

اختصار و جامعیت کا یہ شاہکار حافظ صاحب کے خلوص کا ثمرہ ہے محض ۳/- روپے ہدیہ ہے جو نہ ہونے کے برابر ہے۔

اِدھر اُدھر کی چیزیں دیواروں پر لٹکانے کے بجائے اس تحفہ مبارکہ کو حاصل کر کے استعمال میں لائیں اور ہم خرما و ہم ثواب کا لطف حاصل کریں۔

ملنے کا پتہ: پاک مسلم اکادمی الفضل مارکیٹ ۱۷- اردو بازار لاہور

مسلمانو! نماز پڑھو!

نماز اللہ کا سب سے بڑا فرض ہے

قیامت کو

سب سے پہلے اسی کی پوچھ ہو گی۔

محمد آصف، لاہور

طبّی مشورے

براہ راست جواب کے خواہش مند حضرات جوابی لفافہ ضرور بھیجیں۔

حکیم آزاد شیرازی اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور ۸

وہم کا علاج

س: آج سے چار سال پہلے مَیں چھٹی جماعت کا طالب علم تھا۔ دو ماہ تک بخار میں مبتلا رہا اور ایک دن چکر کھا کر گر پڑا۔ اس دن سے مجھے وہم سا ہو گیا ہے کہ مَیں جہاں بھی کھڑا ہوتا ہوں ایسا لگتا ہے کہ مَیں ابھی گر جاؤں گا۔ نماز میں بھی کھڑا ہونے پر یہی وہم رہتا ہے۔ براہ کرم کوئی علاج بتائیں؟

محمد اشرف ریاض، میمن سائٹ کراچی

ج: آپ روزانہ صبح سویرے خمیرہ مروارید ۳ ماشہ کھایا کریں۔ اور رات سوتے وقت خمیرہ گاؤزبان عود صلیب والا ۳ ماشہ کھایا کریں۔ مہینہ بھر کے استعمال سے یہ وہم دور ہو جائے گا۔ انشاء اللہ

قد چھوٹا ہے

س: میری عمر ۲۰ سال اور قد صرف پانچ فٹ دو انچ ہے۔ جبکہ میرے دوستوں کے قد لمبے ہیں۔ کوئی آسان نسخہ بتائیں۔ جس سے میرا قد لمبا ہو جائے۔ نیز میرے سر کے بال بہت گرتے ہیں۔ ان کا علاج بتائیں

محمد ابراہیم، چیمبرلین روڈ، لاہور

ج: آپ کا قد عمر کے ساتھ مزید بڑھ جائے گا۔ آپ جمناسٹک وغیرہ ورزش کریں۔ نیز روزانہ کم از کم آٹھ گھنٹے سویا کریں۔ یعنی رات نماز عشاء کے فوراً بعد سو جایا کریں۔ موسم گرما میں بھی دوپہر کا کھانا کھا کر ظہر سے عصر تک سویا کریں۔ بال گرنے کے لئے سر پر ہر قسم کے صابن کا استعمال ترک کر دیں۔ رات کو ایک تولہ آملہ پانی میں بھگو دیں صبح اسی پانی سے سر دھویا کریں۔ اور بال خشک ہونے پر موسم سرما میں روغن زیتون اور گرما میں روغن تارا میرا استعمال کیا کریں۔

س: میری عمر ۲۲ سال ہے لیکن جسم بہت دبلا پتلا ہے۔ براہ کرم کوئی نسخہ بتائیں جس سے موٹا ہو جاؤں۔

نذیر احمد، چک ۹۸ ضلع لیہ

ج: آپ روزانہ صبح و شام دیسی گھی کا پراٹھا دودھ کے پیالے میں بھگو کر کھایا کریں۔ نیز رات کو مغز بادام ۱۱ عدد، کشمش ۲½ تولے پانی میں بھگو دیں۔ صبح سویرے دونوں چیزیں کھایا کریں۔ سالن کا استعمال بہت کم کریں انشاء اللہ دبلا پن دور ہو جائے گا۔

چوٹ اور درد

س: اکتوبر ۱۹۸۱ء میں ایک تھڑے پر سے گر گیا جس سے بائیں بازو اور ریڑھ کی ہڈی کے درمیان چوٹ آ گئی۔ نہ خراش آئی نہ خون نکلا لیکن چوٹ اتنی شدید تھی کہ گھنٹہ بھر بے ہوش رہا۔ اس دن سے آج تک مجھے درد ہوتا ہے ایکسرے رپورٹ کے مطابق ریڑھ کی ہڈی وغیرہ ٹھیک ہے۔ جنوری ۱۹۸۲ء میں ایک ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ ریڑھ کی ہڈی کے اوپر سے تین چار ہڈیاں بائیں طرف ہو گئی ہیں۔ ان کی گولیوں سے گرمیوں میں افاقہ ہوا لیکن سردی کے موسم میں بہت زیادہ درد ہوتا۔ دن میں درد چوٹ والی

(باقی ۱۲ پر)

منظور شدہ محکمہ تعلیم ۱- لاہور ریجن بذریعہ چھٹی نمبری G/۲۱/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چھٹی نمبری T.B.C ۲۲۷-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
۳- کوئٹہ ریجن بذریعہ چھٹی نمبری ۹/۳۹/۲۰۷۶۷-۹.D.D مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G.۰۴۲/۴۰-۱۵۴۱۰ مورخہ ۳ اپریل ۶۴ء